محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

ڈاکٹر زورا

ضمیر احمد

ڈاگا بھاگتا ہوا گیا اور میٹا ڈور میں بیٹھ کر چل دیا۔ جی ٹی روڈ پر آگے چل کر ایک پتلی سی سڑک جنگل میں گھس گئی تھی۔ اس نے اسی پتلی سی سڑک پر گاڑی روک دی۔ یہ سڑک بالکل سنسان تھی۔ ڈاگا نے رفتار تیز کی۔ وہ سڑک پر ادھر ادھر درختوں کے درمیان دیکھتا جا رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ لوگ زورا کے دشمن تھے تو ممکن تھا کہ وہ زورا کو مار کر جنگل میں پھینک گئے ہوں۔

کرنل زاہد بیریز کے ناولوں کی سنسنی خیزی اور ہنگامہ پروری آپ کو بھول نہیں سکتی۔ ڈاکٹر زورا بھی ایک ایسا ہی ناول ہے جس میں سراغرسانی کے علاوہ زندگی کے دوسرے ذائقے بھی موجود ہیں۔ تجسس اور تجسس کے ساتھ لطف کا عنصر بھی، ڈاکٹر زورا میں آپ کو ہر قدم پر ملے گا۔

ہم آئندہ بھی ضمیر احمد کے دلچسپ ناول آپ کو پڑھواتے رہیں گے لیکن زیر نظر ناول کے بارے میں اپنی رائے بھیجنا نہ بھولیے گا۔

علی ندیم

سکین بائے محمد سجاد بھٹی

رابطہ واٹس ایپ نمبر : 03045503086

دیکھا کہ ڈاگا پلاسٹک کے ایک کرچے نما ہتھیار سے ایک مکھی مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جاوید دروازے میں رُک کر دیکھنے لگا ڈاگا کو اس کے آنے کا احساس نہیں ہوا تھا وہ مکھی مارنے میں منہمک تھا اور ہر بار اس کا نشانہ چوک جاتا تھا۔ آخر آٹھویں بار وہ کامیاب ہو گیا۔

جاوید نے تالیاں بجاتے ہوئے کہا "ویری گڈ کیا نشانہ لگایا ہے ڈاگا"

ڈاگا نے سر گھما کر اُس کی طرف دیکھا اور بولا "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"تمھاری نشانے بازی دیکھ رہا تھا"

"کب سے کھڑے تھے؟"

"میرے سامنے تم نے آٹھ نشانے لگائے ہیں۔ آٹھویں کوشش میں تم کامیاب ہوئے ہو۔ اب وقت کا تم خود اندازہ لگا لو ویسے یہ ایکسر سائز اچھی ہے۔ اس سے بازوؤں کی مچھلیاں اُبھر آئیں گی، سینہ چوڑا ہو جائے گا۔ میرے دادا کہا کرتے تھے ایک ہزار مکھیاں مارنے والا دُنیا کے کسی بھی پہلوان کو چیلنج کر سکتا ہے"

"کیا تمھارے دادا مرحوم بھی پہلوان تھے؟"

"میرے دادا کہا کرتے تھے کہ بچپن میں اُنھیں مہین پہلوان کہا جاتا تھا کیوں کہ وہ اِس قدر دُبلے پتلے تھے کہ پہچاننے کے لیے دوبار دیکھنا پڑتا تھا"

"اور تم اُنھیں کے پوتے ہو"

"کیا پوتا ہونا جُرم ہے؟"

"دادا ؤں کی زیادہ تعریف کرنا غیر اخلاقی ہے۔ خیر آؤ بیٹھو کیا تمھاری جیب میں سو روپے ہوں گے؟"

"کیوں؟"

"صبح سے کافی نہیں پی، آج کل مفلسی کا دور چل رہا ہے۔ تین مہینے سے دفتر کا کرایہ نہیں دیا۔ دو مہینے سے سیکریٹری کو تنخواہ نہیں ملی اس لیے وہ ایک مہینے کی چھٹی لے کر چلی گئی ہے۔ صرف ساٹھ روپے جیب میں نہ ہونے کی وجہ سے ایک بیوی ہاتھ میں آتے آتے نکل گئی"

"یہ بیوی والی بات سمجھ میں نہیں آئی"

"ایک خوبصورت اور دولت مند لڑکی سے تعارف ہوا تھا۔ دوستی بڑھانے کے لیے اُسے لنچ پر لے جانا ضروری تھا۔ ہوٹل پلازہ کے لنچ میں بھی تیس روپے فی کس خرچ ہوتے ہیں۔ ساٹھ روپے جیب میں نہیں تھے اِس لیے اُسے لنچ پر نہیں لے جا سکا"

انداز میں کہا "سچی کہانیاں چھاپنے والے کسی میگزین کو لکھ کر بھیج دو تو دو سو روپے وہ اس کہانی کے دے ہی دیں گے۔ لگتا ہے آج کل تمھارے کلائنٹس نے ہڑتال کر رکھی ہے"

"ایسی بات نہیں، صبح سے تین کلائنٹ آ چکے ہیں"

"پھر کیا ہوا؟"

"ان میں سے ایک بوڑھا نبلی اپنے بلو بلڈ کتے کو تلاش کرانا چاہتا تھا۔ دوسرے شخص کو شاید کسی قسم کا فوبیا تھا۔ اسے ہر طرف دشمن اور قاتل نظر آتے تھے، تیسری ایک عورت اپنے شوہر کی نگرانی کرانا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اُس کا شوہر اُس سے اکتا کر دوسری عورتوں سے رنگ رلیاں مناتا پھرتا ہے"

"اس تیسرے کیس میں کیا خرابی تھی؟"

"مجھے اس عورت کے شوہر سے غائبانہ ہمدردی ہو گئی تھی۔ اگر میں اس کا شوہر ہوتا تو میں بھی یہی کرتا یا پھر اس کو ایک پنجرے میں بند کر کے ٹکٹ لگا دیتا اور اخبار میں خبر دیتا کہ جو والدین اپنے بچوں کو ڈرانا چاہیں پانچ روپے دے کر پنجرے کی چیز دکھا دیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ بچے پھر زندگی بھر شرارت نہیں کریں گے"

"چہ چہ چہ۔ تم واقعی بہت بدنصیب پرائیویٹ جاسوس ہو اچھا خیر کافی منگا لو بل میں ادا کر دوں گا"

"مجھے خیرات نہیں سو روپے اُدھار چاہئیں"

"کیا فرق ہے دونوں میں۔ تم نے کبھی اُدھار لے کر روپے واپس کیے ہیں"

"دوستوں کا حساب دل میں ہوتا ہے تم کیسے کنجوس دوست ہو"

"اچھا کافی تو منگاؤ"

ڈاگا نے کافی کا آرڈر دینے کے لیے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ گھنٹی بجی "شاید کوئی کلائنٹ ہے" ڈاگا نے ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا "ذرا دیکھنا جاوید اگر آنے والا کوئی کلائنٹ ہے تو اس کے سامنے تم آفس بوائے ہو"

"تم احمق ہو۔ صورت شکل سے میں تمھارا باس لگتا ہوں"

ڈاگا نے باچھیں پھیلا کر کہا "امریکہ کا مشہور کروڑ پتی ہنری فورڈ پیوند لگی قمیص پہنتا تھا جبکہ اُس کے کلرک قیمتی کپڑے پہنتے تھے۔ دنیا کے تمام بڑے اور دولت مند شخص میری ہی طرح مفلس ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے، دیکھنے میں میری طرح مفلس نظر آتے ہیں" گھنٹی پھر بجی تو ڈاگا نے کہا "اب جاؤ بھی"

جاوید بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ دو منٹ بعد اُس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا "باس اگر آپ کو کراٹا بنک کے چوری والے کیس سے فرصت مل گئی ہو تو ایک کلائنٹ آئی ہیں"

+92 3045503086 محمد سجاد بھٹی

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

"آئی ہیں۔" ڈاکا سنبھل کر بولا۔ "تمھارا مطلب ہے کوئی لیڈی ہیں۔"

"یس باس" 0304-5503086

"تو ان کو اندر بھیج دو۔"

جاوید نے پورا دروازہ کھول دیا۔ تقریباً چالیس سال عمر کی ایک عورت اندر داخل ہوئی۔ اس عمر میں کوئی خوب صورت عورت جتنی خوبصورت رہ سکتی ہے وہ اسی قدر خوب صورت تھی۔ ڈاکا نے اٹھ کر اس کا خیر مقدم کیا اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا "پلیز تشریف رکھیے۔"

عورت نے کرسی پر بیٹھنے سے پہلے پوچھا "کیا آپ ہی پرائیویٹ جاسوس مسٹر ڈاکا ہیں؟"

ڈاکا نے جاوید سے پوچھا "بوائے، کیا دروازے پر ہمارے نام کی تختی نہیں لگی؟"

"لگی ہے باس۔"

"بس تو پھر میں ہی ڈاکا ہوں۔" ڈاکا نے مسکرا کر کہا۔

عورت شکریہ ادا کر کے کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکا نے جاوید سے کہا "تم باہر کے کمرے میں بیٹھو۔"

"اوکے باس۔" جاوید نے عورت کے پیچھے سے ڈاکا کو گھونسہ دکھایا۔ ہونٹ ہلا کر خاموش آواز میں کئی گالیاں دیں اور باہر والے کمرے میں چلا گیا۔

"اب فرمائیے۔" ڈاکا نے عورت سے کہا "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

عورت چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا کس طرح بتاؤں، میں بہت نروس ہوں۔"

"وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ مگر اب آپ ڈاکا ڈیٹیکٹو ایجنسی میں آ گئی ہیں۔ اس لیے نروس ہونے کی ضرورت نہیں۔"

وہ اپنی ساڑھی کے پلو کو مروڑتے ہوئے بولی "ڈر۔ وہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی میرا پیچھا کر رہا ہے۔"

"اس عمر میں؟" ڈاکا حیرت سے بولا۔

"جی میرا مطلب اس طرح کا پیچھا کرنے سے نہیں ہے۔" وہ جلدی سے گھبرا کر بولی۔

"پھر کس طرح کا پیچھا کرنے سے ہے۔"

"دیکھیے میں پہلے آپ کو اپنے بارے میں بتا دوں۔"

"بتائیے۔" ڈاکا نے اپنی ڈائری اور قلم اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میرے شوہر کو مرے ہوئے پندرہ دن ہی ہوئے ہیں۔"

"اوہ۔ ویری سوری۔"

"وہ میرے دوسرے شوہر تھے۔"

"آپ کا مطلب ہے آپ کے دوسرے شوہر کو آپ کے پہلے شوہر نے قتل کر دیا ہے۔"

"نہیں نہیں یہ بات نہیں۔ میرے پہلے شوہر کا انتقال بیس سال پہلے ہو گیا تھا۔ اس وقت میری بچی صرف چھ مہینے کی تھی۔ وہ ایئر فورس میں تھے۔"

"پھر تو ڈبل سوری۔ دو شوہروں کی موت کا صدمہ واقعی ناقابل برداشت ہوتا ہے۔"

عورت نے ڈاکا کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا "یہ دوسری شادی میں نے پانچ سال پہلے کی تھی۔ میں دراصل دوسری شادی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر نیکی، میرا مطلب ہے میری لڑکی کی پڑھائی لکھائی کا سوال تھا۔ میں اس کو اچھا گھر دینا چاہتی تھی اس لیے میں نے دوسری شادی کرنا منظور کر لیا تھا۔"

"آپ نے صحیح فیصلہ کیا تھا۔"

●●

"مجھے اپنے دوسرے شوہر سے محبت نہیں تھی میرا مطلب ہے محبت کے چکر میں میں نے یہ شادی نہیں کی تھی، صرف باعزت زندگی گزارنے کے لیے یہ شادی کی گئی تھی۔ اگرچہ بعد میں مجھے پتا چلا کہ میرے دوسرے شوہر بہت شریف آدمی ہیں۔ انہوں نے نیکی کو اپنی سگی بیٹی جیسی محبت دی مجھے کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچائی۔ ساتھ رہتے رہتے آپ جانتے ہیں محبت ہو ہی جاتی ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔" ڈاکا بولا "آپ کے دوسرے شوہر کیا کرتے تھے؟"

عورت نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا "یہ ایسی بات ہے جو مجھے بتانی نہیں چاہیے مگر اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ پرائیویٹ جاسوس اور ڈاکٹر سے کچھ چھپانا نہیں چاہیے اس لیے آپ کو بتا دیتی ہوں۔ میرے شوہر مجھ سے شادی کرنے سے پہلے چور تھے یا آپ انہیں نقب زن کہہ سکتے ہیں۔"

"ویری گڈ۔" ڈاکا بولا "بڑا منافع بخش اور باعزت پیشہ ہے بشرطیکہ آدمی پکڑا نہ جائے۔"

"میرے شوہر کبھی پکڑے نہیں گئے۔ پولیس نے ان پر شبہ ضرور کیا مگر ان کے خلاف کوئی ثبوت حاصل نہ کر سکی۔ لیکن یقین مانیے شادی کے بعد انہوں نے ایماندارانہ زندگی شروع کر دی تھی۔ اسی شرط اور وعدے پر میں نے ان سے شادی کی ہامی بھر لی تھی۔"

فون کی گھنٹی نے ان کی گفتگو روک دی۔ ڈاکا نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا "سوری۔ بس ایک منٹ۔" یہ کہہ کر وہ فون سننے لگا۔

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

"ڈاگا میں زاہد بول رہا ہوں" دوسری طرف سے کرنل زاہد کی آواز سنائی دی۔

"اوہ باس آپ ہیں۔ خیریت تو ہے"

"سب ٹھیک ہے۔ کیا جاوید تمہارے پاس آیا ہے؟"

"جی ہاں"

"تو اُسے رام نگر پولیس اسٹیشن بھیج دو۔ میں اُس کا یہیں انتظار کر رہا ہوں"

"کیا آپ کسی کیس پر کام کر رہے ہیں۔؟"

"ابھی تو نہیں۔ ایک خطرناک اسمگلر کے آنے کی اطلاع ملی ہے۔ اس سلسلے میں کچھ معلومات کرنی ہیں۔ تم جاوید کو بھیج دو"

"بہت اچھا۔ بھیج دیتا ہوں۔ کیا میری ضرورت بھی ہے؟"

"ابھی نہیں۔ شام کو ملو تو تفصیل سے بتاؤں گا" یہ کہہ کر زاہد نے فون رکھ دیا۔

ڈاگا نے بھی ریسیور رکھ کر جاوید کو پکارا۔ "جاوید"

"میں نے گفتگو سُن لی ہے" جاوید نے باہر سے جواب دیا "اور تقریباً جا چکا ہوں۔ گڈ بائی اینڈ گڈ لک"

ڈاگا نے ایک گہرا سانس لے کر کہا "ہاں تو آپ کیا کہہ رہی تھیں مادام"

"سینتا میرا نام ہے"

"اور آپ کے مرحوم شوہر کا نام کیا تھا؟"

"پلیز مسٹر ڈاگا۔ سچ مانیے پانچ سال سے انہوں نے کوئی چوری نہیں کی تھی۔ اب وہ ایمان داری کا بزنس کر رہے تھے۔ وہ باکسنگ، کشتیوں اور جمناسٹک کے مقابلے کراتے تھے۔ وہ خود بھی چونکہ کسی زمانے میں جمناسٹک کے ایکسپرٹ رہ چکے تھے اس لیے انہوں نے یہ پیشہ اختیار کیا تھا"

"اور شاید اسی لیے چوری کا پیشہ بھی اختیار کیا ہوگا کیونکہ چوروں کو بھی پائپوں سے اوپر چڑھنا پڑتا ہے۔ کم چوڑی منڈیروں پر بھاگنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ"

"وہ بہت خوش مزاج تھے میں نے شادی کے بعد ان پر کڑی نظر رکھی تھی۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ شادی کے بعد اگر انہوں نے کوئی جرم کیا تو اسی وقت میں ان کو چھوڑ دوں گی۔ مگر وہ بہت اچھے شوہر ثابت ہوئے اس سے میرے دل میں ان کے لیے بہت عزت اور محبت پیدا ہو گئی تھی"

"آپ نے ان کا نام ابھی تک نہیں بتایا"

"سلیمان"

"آپ کو یقین ہے کہ شادی کے بعد انہوں نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا؟"

"جی ہاں پورا یقین ہے۔ شادی کے دو سال بعد ہی ایک بار باکسنگ کے ایک شو میں ان کو دس ہزار کا نقصان ہو گیا تھا۔ دو دن بعد انہوں نے کہیں سے دس ہزار لا کر قرض اُتار دیا۔ اس وقت مجھے شک ہو گیا تھا کہ شاید وہ یہ روپیہ چوری کر کے لائے ہیں مگر انہوں نے قسمیں کھا کر مجھے یقین دلایا کہ انہوں نے شادی کے بعد چوری نہیں کی۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے یہ روپیہ شادی سے پہلے کسی چوری کا ہو۔ میں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تو وہ بولے سینتا ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے اُسے بھول جاؤ۔ صرف یہ دیکھو کہ تم سے شادی کرنے کے بعد میں کس قدر سدھر گیا ہوں اور نیک بن گیا ہوں اور اب میں اسی طرح رہنا چاہتا ہوں۔ ان کے بزنس میں اس قدر آمدنی تھی کہ ہم عزت و آرام کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ کار بھی ہمارے پاس تھی۔

"ایک روز میں نے ان سے کہا کہ بڑھاپے میں ہمارا کیا ہو گا۔ تو انہوں نے ہنس کر کہا "تم بڑھاپے کی فکر مت کرو سینتا۔ میرے پاس ایسا بندوبست ہے کہ ہمارا بڑھاپا آرام سے گزرے گا"

"اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ پہلی چوریوں کا انہوں نے بچا کر رکھا ہوا ہے۔ لیکن میرے کئی بار پوچھنے پر بھی انہوں نے سچ کبھی نہیں بتایا۔ میں نے بھی زیادہ ضد اس لیے نہیں کی کہ شادی کے بعد وہ اپنا وعدہ نبھا رہے تھے۔ ایک شریف اور ایماندار شہری کی طرح رہ رہے تھے"

وہ سانس لینے کے لیے رُکی، کچھ دیر نظریں جھکائے وہ اپنے ہاتھ دیکھتی رہی پھر سر اُٹھا کر بولی تو ڈاگا نے دیکھا کہ اُس کی پلکوں پر آنسو چھلک رہے تھے "لیکن اب سب کچھ ختم ہو گیا" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "پندرہ دن پہلے وہ اچھے بھلے ہنسی خوشی اپنے دفتر گئے تھے اس کے بعد زندہ نہیں لوٹے"

"ان کی موت کس طرح ہوئی؟"

"کار ایکسیڈنٹ میں۔ پولیس کا یہی خیال ہے، مگر میرا دل کہتا ہے کہ ان کی موت قدرتی نہیں تھی"

"آپ کا خیال ہے اُن کو قتل کیا گیا تھا؟"

"جی ہاں"

"آپ کا یہ خیال کیوں ہے؟"

"وہ کبھی تیز گاڑی نہیں چلاتے تھے۔ جب کہ پولیس کہتی ہے کہ وہ ایک خطرناک سڑک پر اسّی میل کی رفتار سے گاڑی چلا رہے تھے"

"یہ تو شک کی کوئی وجہ نہیں ہوئی"

"میں جانتی ہوں میرے شک کی وجہ ایک اور بھی ہے"

"وہ کیا؟"

"جس روز حادثہ پیش آیا، ان کے دفتر جانے کے بعد کسی نے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ پنکی بھی اس وقت اپنے اسکول چلی گئی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ دروازے پر جو آدمی کھڑا تھا اس کو دیکھتے ہی مجھے اپنے اندر خوف کی پھریری دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھوں سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ کوئی شریف آدمی نہیں۔ میں نے اس سے پوچھا "کس سے ملنا ہے؟"

"مسٹر سلیمان سے" اس نے کہا۔

"وہ تو نہیں ہیں، آپ کا نام؟"

"میرا نام راول ہے"

"یہ نام سن کر میں سچ مچ ڈر گئی، کیونکہ سلیمان مجھے بتا چکے تھے کہ ان کی جرائم پیشہ زندگی کے دوران راول اور قادر نام کے دو آدمی ان کے ساتھی تھے۔ تینوں مل کر چوری کرتے تھے۔ سلیمان بتا رہے تھے کہ ایک بار راول نے ایک شریف عورت کو پکڑ لیا اور اس کے گلے پر چاقو رکھ کر اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ سلیمان نے اس عورت کو چھڑا دیا۔ راول نے غصے میں سلیمان کو قتل کرنے کی کوشش کی کہ جس سے ان کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ بعد میں راول نے اس سے معافی مانگ لی۔ مگر وہ کہا کرتے تھے کہ راول جیسا کمینہ فطرت آدمی دنیا میں نہ ہو گا۔ وہ انتہائی خود غرض اور مکار شخص ہے اور سانپ کی طرح زہریلا ہے، اس لیے میں اس کا نام سن کر گھبرا گئی۔ مگر میں نے حوصلہ رکھتے ہوئے اس کا جواب دیا۔ "وہ تو دفتر گئے ہیں اب رات کو آئیں گے" راول چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے شوہر کے دفتر فون کر کے کہا "راول تم سے ملنے آیا تھا"

یہ سن کر وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر بولے۔ "سنیتا، میری بات توجہ سے سنو۔ پنکی اس وقت کہاں ہے؟"

"وہ تو اسکول گئی ہے"

"تو اس کو ابھی اسکول سے لے آؤ اور اپنی ضروری اور قیمتی چیزیں اٹاچیوں میں ڈال کر تیار ہو جاؤ، میں دو گھنٹے کے اندر اندر آ رہا ہوں۔ ہمیں یہ شہر چھوڑنا ہو گا"

"شہر چھوڑنا ہو گا!" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں سنیتا اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ اب ہمیشہ کے لیے یہ شہر چھوڑنا ہو گا"

"مگر کیوں"

"بس سنیتا ضد مت کرو، جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو، اسی میں میری تمہاری اور پنکی کی بھلائی ہے"

میں سمجھ گئی کہ ضرور اہم بات ہو گی۔ ورنہ وہ اس طرح زور دے کر بات نہ کرتے اسی لیے میں نے اسی وقت سامان پیک کرنا شروع کر دیا۔ میں نے سوچا پنکی کو ابھی بتایا تو وہ سوال کر کر کے ناک میں دم کر دے گی۔ ہم چلتے ہوئے اسے ساتھ میں لے لیں گے لیکن دونوں میں سے کسی بات کی نوبت نہ آئی۔ سلیمان نے دو گھنٹے تک آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ نہیں آئے۔ بلکہ ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک پولیس والا آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ سلیمان کا ایکسی ڈنٹ ہو گیا ہے۔ ان کی موت حادثے کی جگہ پر ہی ہو گئی تھی۔

میرے دل نے فوراً کہا "ان کی موت قدرتی نہیں تھی ضرور ان کی موت میں راول کا ہاتھ تھا" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی اور پرس سے رومال نکال کر اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

سنیتا آنسو پونچھ چکی تو ڈاکٹر نے کہا "حوصلہ رکھیے سنیتا جی اور ہمت سے کام لیجیے۔ قسمت کو جو منظور تھا وہ ہو گیا اب آپ یہ بتلائیے کہ آپ کا پیچھا کون کر رہا ہے"

سنیتا نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "پہلے تو میں بتا دوں حادثے کے دن میرے شوہر جب دفتر جا رہے تھے تو انہوں نے اپنے بریف کیس میں سے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر اپنی تجوری میں رکھا تھا۔ میں نے پوچھا بھی تھا کہ اس پیکٹ میں کیا ہے لیکن انہوں نے مجھے ٹال دیا تھا۔ ان کی موت کے بعد کئی دن تک مجھے کسی چیز کا خیال تک نہ رہا۔ چوتھے دن میں نے تجوری کھول کر دیکھا تو اس میں وہ پیکٹ نہیں تھا"

"آپ کا مطلب ہے وہ پیکٹ چوری ہو گیا"

"ایسا ہی لگتا ہے"

"ہو سکتا ہے آپ کے شوہر ہی نکال کر لے گئے ہوں"

"جی نہیں۔ وہ پیکٹ رکھتے ہی چلے گئے تھے اور اس کے بعد زندہ واپس نہیں آئے"

"آپ کی تجوری کیسی ہے۔ اس میں نمبری تالا ہے یا چابی سے کھلتی ہے؟"

"چابی سے"

"چابی کس کے پاس رہتی ہے"

"میرے شوہر کے پاس رہتی تھی مگر اس کی ایک چابی میرے پاس بھی تھی"

"جب آپ کے شوہر کی لاش لائی گئی تو کیا تجوری کی چابی ان کے سامان میں تھی؟"

"میں نے اس وقت تو خیال نہیں کیا تھا بعد کو میں نے ان کی جیبوں کی تلاشی لی تو چابی نہیں تھی"

"اس کا مطلب ہے چابی کسی نے چرا لی تھی"

"یہی ہو سکتا ہے"

"اور آپ کو چوری کا پتا چار دن بعد چلا؟"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

عاشق چُنیا

میر جالب دہلوی چلتے پھرتے انسائیکلوپیڈیا تھے

ہر چیز کے متعلق ان کی معلومات اتنی زیادہ تھیں کہ اگر کوئی ان کی تقریر سن لے تو چھوٹی موٹی کتاب تیار کر لے۔ لوگ ان سے کوئی سوال پوچھ کر گناہ گار ہو جاتے تھے۔ میر صاحب کا لیکچر شروع ہونے کے بعد ختم ہونے میں نہ آتا تھا ـــــ ایک دفعہ میر صاحب کے جاننے والے ان سے کچھ پوچھ بیٹھے۔ میر صاحب نے وہیں اپنی معلومات کا پٹارا کھول دیا جب وہ صاحب کھڑے کھڑے تھک گئے تو آہستہ آہستہ اپنے گھر کی طرف چلنے شروع ہوئے۔ میر صاحب ان کے ساتھ چلتے رہے اور بولتے رہے جب ان صاحب کا گھر آگیا تو وہ رُک گئے۔ میر صاحب بھی رُک گئے۔ مگر اپنی معلومات سے انھیں مستفیض فرماتے رہے۔ وہ گھبرا کر اپنی ڈیوڑھی میں گھس گئے، تو میر صاحب بھی ان کے پیچھے پیچھے ڈیوڑھی میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے جب میر صاحب کو ذرا غافل پایا تو چپکے سے سٹک گئے۔ میر صاحب در و دیوار ہی سے باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب انھیں ہوش آیا تو دیکھا کہ کوئی متنفس نہیں ہے۔ حیران ہوئے کہ یہاں کیسے اور کیوں آگیا۔ ڈیوڑھی میں سے جلدی سے نکل اپنے گھر کی راہ لی۔ دراصل میر صاحب چُنیا بیگم کے عاشق تھے اور اس کی جھونک میں انھیں دین دنیا کی خبر نہیں رہتی تھی۔

"میر جالب دہلوی" از شاہد احمد دہلوی

"جی ہاں"

"اس دوران کبھی آپ کا گھر اکیلا رہا ہے؟"

"کئی بار۔ ان کی تدفین کے بعد دو دن کے لیے میری ایک دوست مجھے اپنے گھر لے گئی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے چوری آپ کے پیچھے ہوئی ہو گی۔ کیا آپ کوئی اندازہ لگا سکتی ہیں کہ اس پیکٹ میں کیا ہو گا؟"

"نہیں۔"

"آپ کے شوہر نے جب آپ سے ایک بار کہا تھا کہ انہیں بڑھاپے کی فکر نہیں تو آپ نے کیا اندازہ لگایا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ واقعی انہوں نے اپنی چوریوں کے زمانے کا مال کہیں چھپا کر رکھا ہو۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی بات آئی تھی۔" سنیتا بولی

"آپ نے اپنے شوہر سے اپنا خیال ظاہر کیا تھا؟"

"ہاں۔ لیکن آپ میرے شوہر سے کبھی ملے نہیں عام زندگی میں وہ بہت خوش مزاج بلکہ ایک جوکر تھے۔ ہر وقت ہنستے رہتے تھے۔ کسی بات کا جواب نہ دینا ہوتا تو اس طرح ہنسی میں اُڑا جاتے تھے کہ احساس تک نہ ہوتا تھا۔"

"آل رائٹ سُنیتا جی، اب میں کچھ کچھ حالات سمجھنے لگا ہوں۔ اب آپ مجھے اپنا پیچھا کیے جانے کے بارے میں تفصیل سے بتلائیے۔"

"مجھے اس بات کا فوراً احساس نہیں ہوا۔ دھیرے دھیرے مجھ پر یہ راز کھلا کہ میرا پیچھا کیا جا رہا ہے۔"

"کیسے؟"

"کئی بار جب ایک ہی کار مجھے اپنے آگے پیچھے نظر آئی اور ایک ہی چہرہ دیکھنے کو ملا تو میں سمجھ گئی کہ میرا پیچھا کیا جا رہا ہے۔"

"کیا آپ پیچھا کرنے والے کو اچھی طرح پہچانتی ہیں؟"

"جی نہیں۔ وہ میرے لیے اجنبی چہرہ تھا۔"

"پہچان سکتی ہیں۔"

"ہاں اب میرے سامنے آجائے تو پہچان لوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے وہ راول نہیں تھا۔"

"نہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ راول کا ہی آدمی ہو گا۔ میرے شوہر کہا کرتے تھے کہ راول زہریلے ناگ سے زیادہ خطرناک آدمی ہے، یہی وجہ تھی کہ اس کا نام سن کر وہ گھبرا گئے تھے۔ ہاں تو میں پیچھا کرنے والے کے بارے میں بتا رہی تھی۔ جب مجھے احساس ہو گیا کہ میرا پیچھا کیا جا رہا ہے تو میں نے اس آدمی سے دو ٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک بار مارکیٹ سے نکلی تو اس کی کار پارک میں کھڑی تھی۔ میں اپنے راستے پر جانے کے بجائے سیدھی اس کی کار کی طرف چل دی۔ جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ کار اسٹارٹ کر کے بھاگ گیا اور اس کے بعد نظر نہیں آیا۔"

"یعنی اب اس نے پیچھا کرنا چھوڑ دیا؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔ مجھے یقین ہے اب بھی میرا پیچھا کیا جا

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

رات میں بارہ بجے کے قریب مکان کے پچھلے دروازے سے باہر نکلی۔ گلی میں ایک انسانی سایہ نظر آیا مجھے دیکھتے ہی وہ سایہ بھاگ گیا۔ اس گلی میں اس طرح کھڑے ہونے کی کوئی وجہ نہیں، یقیناً وہ لوگ میرے مکان کی پوری طرح نگرانی کر رہے ہیں۔"

"آپ کا اندازہ ٹھیک لگتا ہے۔ اب آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں ان پیچھا کرنے والوں کے بارے میں معلوم کروں۔"

"کچھ بھی کیجیے مسٹر ڈاگا۔ اب میں بے سہارا عورت ہوں۔ میری جوان بیٹی ہے اور وہ شخص راول بہت خطرناک شخص ہے۔ اگر میرے شوہر کے قتل میں راول ہی کا ہاتھ ہے تو یہ بات صاف ہے کہ اپنی گناہ آلود زندگی کے زمانے کا انہوں نے کچھ روپیہ ضرور چھپا کر رکھا ہے۔ ممکن ہے راول، قادر اور میرے شوہر نے کوئی بڑا ہاتھ مارا ہو۔ ممکن ہے میرے شوہر نے کچھ بے ایمانی کی ہو یعنی اپنے ساتھیوں کو پورا حصہ نہ دیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راول اپنے حصے کا روپیہ خرچ کر کے میرے شوہر کا روپیہ حاصل کرنا چاہتا ہو۔ وہ جانتا ہے میرے شوہر کا اچھا کاروبار تھا اور اب وہ شریفانہ زندگی بسر کر رہے تھے اس لیے اس نے سوچا کہ وہ ان سے چوری کا روپیہ چھین لے گا تو وہ پولیس میں نہیں جائیں گے کوئی بات بھی ممکن ہے مسٹر ڈاگا۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

چند لمحے سوچنے کے بعد ڈاگا بولا۔ "یہ آپ ایمانداری سے کہتی ہیں کہ اپنے شوہر کے چھپے ہوئے مال کا آپ کو کچھ پتا نہیں۔"

"ہاں یہ بات میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں۔"

"آپ کے شوہر کی موت کے بعد کاروبار کا کیا ہوگا؟"

"میرے شوہر کہا کرتے تھے کہ ان کا ایک ہمیشہ ان کے کاروبار کے دو لاکھ روپے دینے کو تیار ہے۔ میں کوشش کر کے ان کا کاروبار بیچ دوں گی۔ ہم دو ماں بیٹیوں کے لیے دو لاکھ روپیہ بہت ہے۔ روپیہ بینک میں ڈال دوں گی تو اس سے سود کی اتنی آمدنی ہو جائے گی کہ ہم دونوں پیٹ بھر سکیں۔ مکان میرا ذاتی ہے جو میرے پہلے شوہر نے میرے ہی نام سے بنوایا تھا۔ مکان بھی کافی بڑا ہے۔ ضرورت پڑنے پر میں مکان کا ایک حصہ بھی کرائے پر دے سکتی ہوں مگر فی الحال میرے سامنے ایک مشکل ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اس وقت میرے پاس نقد دو ہزار روپے ہیں اور مجھے پتا نہیں آپ کتنی فیس لیتے ہیں۔"

"میری فیس کا فیصلہ تو خیر بعد میں ہو جائے گا۔ پہلے تو مجھے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ میں آپ کا کیس لوں یا نہیں۔ کیونکہ اگر آپ کی بات کی مداخلت پسند نہیں کرتی۔"

"مگر کسی نے مجھے بتایا تھا کہ کرنل زاہد نام کے کوئی بڑے پولیس افسر آپ کے دوست ہیں۔"

"کرنل زاہد پولیس افسر نہیں۔ وہ ان ٹیلی جنس محکمے میں کرنل ہیں۔ عام قسم کے جرائم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لیکن میں ان کے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کرتا۔ آپ اپنا پتا اور فون نمبر لکھا دیجیے اور ابھی گھر چلی جائیں۔ میں ذرا اپنے طور پر کیس پر غور کر لوں، پھر آپ کو فون کر دوں گا۔"

"بہت اچھا اس کو اپنا پتا لکھ لیجیے۔" سنیتا نے میرا پتا اور فون نمبر لکھوا دیا۔ اس کے بعد بولی۔ "اگر آپ کہیں تو میں دو ہزار روپے چھوڑ جاؤں؟"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں۔ ویسے میں کم از کم دس ہزار روپے فیس لیتا ہوں۔"

"کاروبار بکنے کے بعد میں آپ کو فیس کا ایک ایک پیسہ چکا دوں گی۔"

"خیر یہ بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔"

"آپ سے ایک درخواست اور ہے۔"

"کیا؟"

"میری بیٹی پنکی کو اپنے سوتیلے باپ کے ماضی کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ میرے شوہر نے سوتیلی بیٹی ہونے کے باوجود پنکی کو اس قدر پیار دیا کہ وہ انہیں سگے باپ کا درجہ دینے لگی تھی اس لیے میں نے اس کو کچھ بتانا ٹھیک نہیں سمجھا۔ اب بھی میں یہ چاہوں گی کہ اسے اصل حالات کا پتا نہ چلے۔ یہ بات میں آپ سے اس لیے کہہ رہی ہوں کہ آپ نے میرا کیس لینے کا فیصلہ کیا تو شاید آپ پنکی سے کچھ پوچھنا پسند کریں گے۔ اس سے بات کرتے ہوئے ذرا احتیاط سے کام لیجیے۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔" ڈاگا نے جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں پنکی کو کم از کم میرے ذریعے اپنے سوتیلے باپ کا پتا نہیں چلے گا۔"

"تھینک یو۔" اس کے بعد سنیتا اٹھ کر چلی گئی۔

رات کو ڈنر پر کرنل زاہد کی کوٹھی پر پوری ٹیم اکٹھی ہوئی تو زاہد نے ڈاگا سے پوچھا۔

"تمہارا کیا رہا۔ کیس ملا یا نہیں؟"

ڈاگا نے سارے حالات تفصیل سے بتا کر کہا۔ "اب آپ مشورہ دیجیے کہ میں کیا کروں؟"

سیما بولی۔ "میرا خیال ہے تمہیں کیس لے لینا چاہیے۔ وہ عورت مظلوم ہے۔"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

"مظلوم تو میں بھی ہوں، پچھلے ایک مہینے سے ادھار پر زندگی چل رہی ہے۔"

"ایک چانس لے سکتے ہو؟"

"کیا چانس؟"

"جو حالات تم نے بتائے ہیں ان سے لگتا ہے کہ سلیمان کافی بڑی دولت چھوڑ کر مرا ہے جو کسی جگہ چھپی ہوئی ہے جو اس نے اپنے بڑھاپے کے لیے چھپا کر رکھ چھوڑی ہے۔ میرا خیال ہے راول وہی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تم سنیتا سے ابھی کچھ نہ بولو بلکہ طے کرلو کہ وہ رقم ملنے پر اس کا دس فیصد بطور فیس لو گے۔"

"اور اگر وہ روپیہ نہ ملا تو؟"

"اسی لیے تو میں نے لفظ چانس استعمال کیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے وہ رقم پچاس لاکھ ہو۔ اس صورت میں پانچ لاکھ روپیہ تمہیں مل جائیگا۔"

"یہ بات ہے تو میں چانس لوں گا۔"

"اگر وہ دولت کسی بینک وغیرہ کی ہوئی۔" زاہد نے کہا۔ "اس صورت میں تمہارا فرض ہوگا کہ جس بینک کو لوٹا گیا تھا اس کو وہ رقم ملنی چاہیے۔"

"کبھی کبھی آپ کا قانون اور آپ کی اخلاقی قدریں میری سمجھ میں بالکل نہیں آتیں۔ سنیتا کے بیان کے مطابق تین آدمی مل کر چوری کرتے تھے اور مال تقسیم کرلیا کرتے تھے۔ ان میں سے دو نے رقمیں خرچ کر دیں۔ ایک نے بڑھاپے کے لیے بچا کر رکھ لی اور شریف آدمی بن گیا۔ تو کیا یہ اس آدمی کے شریف بننے کی سزا ہے کہ اس کی رقم واپس کردی جائے۔ اس رقم کے لیے وہ ساری زندگی کے لیے جیل بھی جا سکتا تھا۔"

"میرا خیال ہے ڈاگا کا پوائنٹ قابل توجہ ہے۔" سیما بولی۔ "جرم تین آدمیوں نے مل کر کیا تھا یا تو تینوں کی رقمیں واپس ہونی چاہئیں یا پھر رقم اسکی سلیمان کی بیوی اور لڑکی کو ملنی چاہیے۔ پھر ابھی تو یہ بھی پتا نہیں کہ وہ کتنی ہے اور کہاں ہے۔ اس کے علاوہ چوری جس نے کی تھی وہ مر گیا۔ اس کے بیوی بچوں کا کیا قصور ہے؟"

زاہد نے لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ رقم مل جائے اور تم اپنا کمیشن وصول کرلو تو کم از کم اس کا کوئی پیسہ مجھ پر خرچ نہ کرنا میں حرام کی کمائی پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

"میں اسے برے کاموں میں لگا دوں گا۔" ڈاگا بولا۔ "گناہ کی رقم گناہ کے کاموں میں۔ لیکن اس کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا۔ پہلے یہ بتائیے میں کیا کروں؟"

"کیا تم خودکشی نہیں کر سکتے؟" جاوید بولا۔

"میں نے اپنی ہونے والی بیوی سے وعدہ کر رکھا ہے کہ شادی سے پہلے خودکشی نہیں کروں گا۔"

ایک صاحب اپنے دوست کے ہاں گئے، آواز دی تو ان کے لڑکے نے انہیں کمرے میں لاکر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد چھت پر سے شور کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دوست کے لڑکے سے پوچھا۔

"یہ شور کیسا ہے۔؟"

"امی جان ڈیڈی کی پتلون ٹپک رہی ہیں۔!" لڑکے نے جواب دیا۔

"مگر پتلون ٹپکنے سے اتنا شور تو نہیں ہوتا۔"

"ممکن ہے پتلون میں ڈیڈی بھی ہوں۔!"

"اور وہ ہونے والی بیوی ہے کون؟"

"یہ مجھے کیا معلوم؟ ابھی تو میں اس سے ملا بھی نہیں۔ ایک نجومی نے میرا ہاتھ دیکھ کر بتایا تھا کہ میرے ہاتھ میں شادی کی تین لکیریں ہیں۔"

"زاہد صاحب کے ہاتھ میں بھی دو لکیریں ہیں۔" جاوید نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے، ایک شادی انہوں نے اپنی سروس سے کر رکھی ہے، دوسری شادی کبھی نہ کبھی تو ہوگی۔ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔" یہ آخری جملہ کہتے ہوئے ڈاگا نے سیما کی طرف دیکھا تھا۔

"مگر میرے ہاتھ میں شادی کی ایک لکیر بھی نہیں۔" سیما مسکرا کر بولی۔

"شادی کی لکیر تو زنانوں کے ہاتھوں میں بھی ہوتی ہے جن کی شادی کبھی نہیں ہوتی۔" جاوید بولا

"تم لوگ بے مقصد بولتے رہنے کے عادی ہو گئے ہو۔" زاہد بولا۔

"میں اپنے کیس پر آپ کا مشورہ چاہ رہا تھا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ ڈپٹی کمشنر مسٹر سہگل سے ملو اور سلیمان، راول اور قادر کے ماضی کے بارے میں جاننے کی کوشش کرو۔"

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے کمشنر مسٹر سہگل ان لوگوں کے ساتھ مل کر چوریاں کرتے رہے ہوں۔"

"احمق آدمی۔" زاہد نے کہا۔ "وہ ان تینوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے تمام بڑے شہروں کو وائرلیس پیغام بھیج دیں گے۔"

"اچھی بات ہے میں کل ہی جا کر مسٹر سہگل سے مل لوں گا۔"

اس کے بعد وہ دوسری باتوں میں لگ گئے۔

●●

ڈاگا دوسرے ہی دن صبح کو ڈپٹی کمشنر مسٹر سہگل سے جا کر ملا۔ اسی شام اس کے دفتر میں مسٹر سہگل کا فون آیا۔ انہوں نے کہا۔ "مسٹر ڈاگا تم جن آدمیوں کے بارے میں معلومات چاہتے تھے، ان کے بارے میں بمبئی

"بہت اچھا سر میں آرہا ہوں۔" ڈاگا نے جواب دیا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ مسٹر سہگل کے سامنے بیٹھا تھا۔ مسٹر سہگل نے کچھ کاغذات دیکھتے ہوئے بتایا۔ بمبئی پولیس رپورٹ کے مطابق سلیمان، راول اور ایک شخص ڈیوڈ کئی جرموں میں ساتھ رہے ہیں۔ راول اور قادر دو بار سزا پا چکے ہیں۔ سلیمان پر کئی بار شبہ کیا گیا مگر اس کے خلاف ثبوت نہیں مل سکا۔ ڈیوڈ کسی بڑے جرم میں شریک نہیں ہوا۔ ایک طرح سے وہ جرائم پیشہ لوگوں کے چھوٹے موٹے کام کرتا تھا۔ اب سے دس برس پہلے ایک جیولرز کے ہاں ڈاکا پڑا تھا۔ تقریباً دس لاکھ کا مال چوری ہوا تھا۔ پولیس کو پورا یقین تھا کہ چوری راول، سلیمان اور قادر نے مل کر کی ہے۔ لیکن ان کے خلاف کوئی ثبوت نہ مل سکا۔ وہ جواہرات بھی کہیں نظر نہ آئے جو چوری ہوئے تھے۔ اس چوری کے بعد تینوں بلکہ ڈیوڈ سمیت چاروں نے بمبئی شہر چھوڑ دیا۔ دو سال بعد پتا چلا کہ راول کلکتہ میں عیش کی زندگی گزار رہا ہے۔ روز نئی لڑکی، شراب اور جوا۔ اندازہ ہے کہ اس نے دو سال کے اندر اندر دس لاکھ روپیہ برباد کیا ہوگا۔ اس سے یہ بات سوچی جا سکتی ہے کہ انہوں نے کلکتہ میں بھی کوئی بڑا ہاتھ مارا ہوگا۔ جبکہ سلیمان اور قادر اس کے بعد جرائم کی دنیا سے بالکل غائب ہو گئے۔ اب تمہارے بتانے سے پتا چلا کہ اس نے شریفانہ زندگی اپنا لی تھی اور شادی کر کے پرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ ڈیوڈ کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ آج کل وہ یہاں پرانے کوٹوں کا بزنس کر رہا ہے گانٹھیں باہر سے منگواتا ہے اور بیچتا ہے۔ اگر راول آج کل دہلی میں آیا ہوا ہے تو وہ ڈیوڈ سے ضرور ملا ہوگا۔ تم ڈیوڈ سے مل کر دیکھو۔

"تھینک یو سر۔ یہ بہت اہم معلومات ہیں میں آج ہی ڈیوڈ سے ملتا ہوں۔" یہ کہہ کر ڈاگا اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک گھنٹہ بعد ہی وہ ڈیوڈ کے فلیٹ پر تھا۔ ڈاگا نے اپنا شناختی کارڈ اس کو دکھا کر کہا۔ "مسٹر ڈیوڈ، پولیس تمہارے بارے میں سب کچھ جانتی ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ راول کتنا خطرناک آدمی ہے۔ تم اب ایمانداری کا کاروبار کر رہے ہو تمہاری حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کاروبار کافی منافع دے رہا ہے۔ راول تمہیں بلیک میل کر سکتا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔"

"مگر میں تو کسی راول کو نہیں جانتا۔" ڈیوڈ نے اس کو چکمہ دینا چاہا۔

"تمہیں معلوم ہے سلیمان بھی اسی شہر میں رہتا تھا اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ ایکسیڈنٹ میں مر گیا ہے جو ایکسیڈنٹ نہیں تھا۔ اسی صبح راول سلیمان سے ملنے آیا تھا اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو میں پولیس کو سارے واقعات بتا کر کہہ دوں گا کہ سلیمان کے قتل میں راول کے ساتھ تم بھی شامل تھے۔ ہو سکتا ہے پولیس تم پر یہ الزام ثابت نہ کر سکے لیکن تم جانتے ہو پولیس تین چار مہینے تمہیں

"لیکن اگر میں نے زبان کھولی تو میرا انجام بھی سلیمان جیسا ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں معلوم ہے کہ سلیمان کو راول نے قتل کیا ہے۔"

"میرا اندازہ وہ ابھی پندرہ بیس دن پہلے مجھ سے آکر ملا تھا اور زبردستی مجھ سے دس ہزار روپے لے گیا تھا۔"

"راول یہاں کہاں ٹھہرا ہے۔"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں۔"

"کیا تمہیں قادر کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہے؟"

"چندی گڑھ کے پاس وہ ایک ہوٹل چلا رہا ہے۔ بالکل ایمانداری کا کاروبار ہے۔"

"آل رائٹ ڈیوڈ۔ یہ میرا فون نمبر رکھ لو۔ راول تم سے ملنے آئے تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ وہ کہاں ٹھہرا ہوا ہے اور فون کر دینا۔" یہ کہہ کر ڈاگا اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈاگا ڈیوڈ سے مل کر اپنے دفتر آکر بیٹھا ہی تھا کہ باہر کے کمرے سے اونچی ایڑی کی کھٹ کھٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے سمجھا شاید کوئی سیکرٹری اپنی تنخواہ مانگنے آئی ہے۔ اس نے زور سے پکار کر کہا۔ "اگر تم مسٹر ڈاگا پرائیویٹ جاسوس کی سیکرٹری مس آشا ہو تو مسٹر ڈاگا اس وقت دفتر میں نہیں ہیں۔"

جواب میں دروازہ کھلا اور ایک خوب صورت اور گداز بدن کی لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کو دیکھتے ہی ڈاگا کرسی سے اس طرح اچھل کھڑا ہوا جیسے اس کی کرسی میں اسپرنگ لگے ہوں۔ وہ بولا۔ "ریکھا۔ بائی گاڈ تم یہاں کیا کر رہی ہو اور دہلی کب آئیں؟"

ریکھا۔ ڈاگا کی کلاس فیلو رہ چکی تھی۔ گذشتہ دس سال میں چار بار شادی کرتے کرتے دونوں رہ گئے تھے ہر بار ڈاگا کو خیال آجاتا تھا کہ شادی ہوئی تو بچے بھی ہوں گے، خرچ بڑھے گا اور ابھی وہ اس قابل نہیں کہ ہمتی چلا سکے۔

ریکھا نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ڈاگا دی چائلڈ پرائیویٹ ڈیٹیکٹو پہلے میں تمہارے دوسرے سوالوں کا جواب دے دوں۔ میں بمبئی سے کل ہی رات آئی ہوں اور اب میرے آنے کا اصل مقصد سنو۔ تمہاری فیس شاید پانچ سو روپے ہے۔ میرے سامنے اس وقت دو پرابلم ہیں۔ پانچ سو روپے فی پرابلم کے حساب سے میں ایک ہزار روپے تمہیں دینے کو تیار ہوں۔"

"تو گویا بطور کلائنٹ تم مجھ سے ملنے آئی ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پرابلم بتاؤ۔ فیس کا فیصلہ ہمیشہ میں بعد میں کرتا ہوں بات

یہ ہے کہ میں عشق اور بزنس کو کبھی مکس اپ نہیں کرتا۔"

"آل رائٹ، سنو پرابلم یہ ہے کہ میری عمر تیس سال ہو چکی ہے اور ابھی تک شادی نہیں ہوئی۔ ایک تم جیسے نکمے شخص نے وعدے کر کر کے میری زندگی عذاب کر دی ہے میں چاہتی ہوں تم اسے زبردستی یا خوشامد سے تیار کرو کہ فوراً مجھ سے شادی کرے ورنہ میں کہیں اور شادی کر لوں گی میری دوسری پرابلم یہ ہے کہ میں موٹی ہوتی جا رہی ہوں۔ اگر اسی رفتار سے موٹی ہوتی رہی تو دو سال بعد کوئی میری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا

ڈاگا نے قلم اٹھا کر اس سے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے دونوں پرابلم سیریس ہیں ریکھا۔ پہلی پرابلم کے بارے میں تو میرا مشورہ ہے کہ تم اس نالائق مرد کا خیال چھوڑ دو کیونکہ بھی تک اپنا پیٹ بھرنے کے قابل بھی نہیں ہوا اور تمہارے دوسرے پرابلم کا حل یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دو۔"

ریکھا باچھیں پھیلا کر بولی۔ "میں پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دوں گی پھر تو اس احمق، بزدل اور نکمے شخص کو مجھ سے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ پھر اسے میری صرف آدھی فکر کرنی ہو گی۔"

"اس بارے میں اس آدمی سے بات کر کے دیکھوں گا۔ اب رہی فیس کی بات۔"

لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ ڈاگا نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

"مسٹر ڈاگا، پرائیویٹ ڈیٹیکٹو؟" ایک نسوانی آواز نے کہا۔

"یس۔ اسپیکنگ۔"

"میں پنکی بول رہی ہوں، آپ کو یاد ہو گا کل میری ممی سنیتا آپ سے ملی تھیں۔"

"اوہ پنکی۔ کیسی ہو۔ خیریت تو ہے؟"

پنکی نے جواب میں کہا۔ "خیریت نہیں ہے مسٹر ڈاگا۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"ممی ہسپتال میں ہیں اور آپ سے فوراً ملنا چاہتی ہیں۔"

"ہسپتال میں؟" وہ حیرت سے بولا۔ "ان کو کیا ہوا؟"

"رات کو کسی نے اچانک حملہ کر دیا۔ بری طرح مارا ہے۔ میں تو ڈر گئی تھی کہ شاید اب وہ نہیں بچیں گی۔ ڈاکٹر بھی فکر مند تھے کیونکہ سر میں بند چوٹ تھی۔ اب ان کو ہوش تو آ گیا ہے مگر ڈاکٹر ان کو احتیاط کے لیے رکھنا چاہتے ہیں۔ پلیز کیا آپ اسی وقت آ سکتے ہیں؟"

"ہاں میں آتا ہوں اگرچہ اس وقت ایک بہت امپورٹنٹ کلائنٹ میرے گلے پڑا ہوا ہے۔ بہرحال میں پہنچ رہا ہوں۔ آپ کس ہسپتال سے بول رہی ہیں؟"

"صفدر جنگ ہسپتال سے، وارڈ نمبر ۳۔"

"اچھا میں پہنچ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر ڈاگا نے فون رکھ دیا۔

"اب تم جا رہے ہو۔" ریکھا نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"مجبوری ہے ڈارلنگ۔ میری کلائنٹ کو رات [illegible] طرح مارا ہے۔ وہ ہسپتال میں ہے مجھے آج اس کا بیان لینا ضروری ہے۔"

"لعنت ہو تم پر۔ پھر میں کیا کروں؟ میں سوچ کر آئی تھی کہ آج سارا دن ہم جشن منائیں گے۔"

"تم اگر اکیلا پن محسوس کر رہی ہو تو زاہد صاحب کی کوٹھی پر چلی جاؤ۔ میں وہیں آؤں گا سیما کے ساتھ مل کر جشن منا لینا۔ اور تمہارے پرس میں پانچ کا نوٹ پڑا ہو تو دے جاؤ۔"

ریکھا نے غصے میں بھر کر اپنا پرس اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہی ہوں، جب بھی تمہارے پاس آتی ہوں تم کسی کیس میں پھنسے ہوتے ملتے ہو اور اس پر یہ بھی کہتے ہو کہ تم بیوی کا خرچ نہیں اٹھا سکتے ہو۔"

"ایسی بات نہیں، بیوی کا خرچ تو اٹھا سکتا ہوں۔ بچوں کا خرچ نہیں اٹھا سکتا۔ آجکل کے بچے کافی مہنگے ثابت ہوتے ہیں۔"

"اچھا میں چلتی ہوں۔"

"کہاں جا رہی ہو؟"

"تم نے ہی تو کہا ہے سیما بہن کے پاس چلی جاؤ۔"

"اچھا تو ٹھہرو، میں تمہیں خود چھوڑتا ہوا چلا جاؤں گا۔"

"جی نہیں بس شکریہ۔ میرے پاس اپنی گاڑی ہے۔"

"تمہارے پاس گاڑی!" ڈاگا حیرت سے بولا۔

"میرے ایک رشتے کے ماما کا انتقال ہو گیا ہے ان کے کوئی اولاد نہیں تھی، وہ مجھے اپنا وارث بنا گئے ہیں۔"

"تو یہ گاڑی ورثے میں ملی ہے؟"

"ہاں۔ پانچ لاکھ روپیہ بھی۔"

"پانچ لاکھ!" ڈاگا نے حیرت سے کہا۔ "کیا کہا تم نے پانچ لاکھ روپیہ۔ شاید تم مذاق کر رہی ہو۔"

"تم نے ٹھیک سمجھا۔ پانچ لاکھ نقد ہے، پانچ لاکھ کے بونڈز ہیں۔ چار مکان ہیں۔"

"اوہ گاڈ۔ ڈارلنگ۔ تم نے یہ باتیں پہلے کیوں نہیں بتائیں؟"

"پہلے بتا دیتی تو تم کیا کرتے؟"

"خوشی سے بے ہوش ہو کر تمہیں دکھاتا کہ تمہاری خوشی سے کتنا خوش ہوتا ہوں۔ خیر کوئی بات نہیں چلو۔ تم زاہد صاحب کی کوٹھی پر چلو۔ اپنی کلائنٹ سے مل کر ابھی آتا ہوں اس کے بعد ہم شادی کا پروگرام بنائیں گے۔"

"کس کی شادی کا پروگرام؟" ریکھا نے حیرت کی ایکٹنگ کی۔

"اپنی شادی کا اور کس کی؟"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

"سوری ڈیئر۔ میں اب سوچنے لگی ہوں کہ شادی ایک خواہ مخواہ کا بندھن ہے اور...!" پھر فون کی گھنٹی بجی۔ ڈاگا نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو ڈاگا لیجنسی۔"

"مسٹر ڈاگا میں ڈیوڈ بول رہا ہوں۔ سمجھ گئے نا؟"

"ہاں ہاں سمجھ گیا۔ کیا بات ہے ڈیوڈ۔ کیا کچھ یاد آگیا ہے؟"

"وہ ابھی دس منٹ پہلے آیا تھا۔"

"وہ کون! راول؟"

"جی ہاں۔ اس روز تو مجھ سے دس ہزار مانگ رہا تھا۔ آج چمکتی ہوئی ٹویوٹا میں تھا اور ایک مہنگی لڑکی بھی ساتھ تھی۔"

"مہنگی لڑکی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"اس کو میں نے کئی بار دیکھا ہے۔ قائیو اسٹار ہوٹلوں میں اکثر نظر آجاتی ہے۔ سنا ہے ایک رات کے دو ہزار لیتی ہے۔"

"وہ تمہارے پاس کیوں آیا تھا؟"

"شاید اپنی شان دکھانے آیا تھا۔"

"تم نے اس سے پوچھا نہیں وہ کہاں ٹھہرا ہوا ہے؟"

"وہ دو منٹ ٹھہر کر اور میرے کیش بکس میں سے ہزار روپے نکال کر چلا گیا۔ میرا خیال ہے اگر وہ سال بھر یہاں رہ گیا تو مجھے کاروبار ختم کر کے فٹ پاتھ پر بھیک مانگنی پڑے گی۔"

"اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ کسی طرح بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔"

"اچھی بات ہے میں کوشش کروں گا۔ مگر وہ بہت خطرناک ہے۔ آپ کو میری حفاظت کرنی ہوگی۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں آج سے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ جیسے ہی اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو مجھے فون کر دینا۔"

●●

ڈاگا ہسپتال پہنچا تو دیکھا سنیتا کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ چہرے پر کئی جگہ نیل پڑ گئے تھے جن سے پتا چلتا تھا کہ اس پر گھونسے برسائے گئے ہیں۔ پنکی بھی موجود تھی وہ پندرہ سولہ سال کی لڑکی تھی۔ چہرے سے ذہین معلوم ہوتی تھی۔

ڈاگا نے بستر کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تفصیل سے بتایئے کیا ہوا تھا؟"

"میں رات کو آٹھ بجے کے قریب گھر گئی تھی۔" سنیتا بولی۔ "پنکی کو میں نے اپنی ایک سہیلی کے پاس بھیج دیا تھا۔ میں نے مکان میں روشنی دیکھی تو سمجھی کہ شاید پنکی آگئی ہے۔ دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہوئی تو دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا تھا۔ گھر کا سارا سامان بکھرا پڑا تھا۔ دیواروں کا پلاسٹک اکھڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر چیخ مارنی چاہی، اس نے میرے منہ پر گھونسہ مارا۔ میں نیچے گری۔ اس نے میرے جسم پر ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں۔ اس کی چار ٹھوکروں سے میں بیہوش ہوگئی۔ اس کے بعد آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ہسپتال میں پایا۔"

ڈاگا نے پنکی سے پوچھا۔ "ان کو ہسپتال کون لایا؟"

"میں دس بجے میں گھر آئی تو یہ اکیلی بے ہوش پڑی تھیں، ان کو دیکھ کر میں گھبرا گئی تھی۔ میں نے فوراً ایک پڑوسی کو بلایا اور اس کی مدد سے ان کو یہاں لے آئی۔"

"کیا گھر کا کچھ سامان بھی چوری ہوا؟"

"نہیں۔ مگر چور نے گدے اور تکیے تک کاٹ دیے۔ ایسا لگتا ہے وہ چوری کرنے نہیں آیا بلکہ کچھ تلاش کرنے آیا تھا۔"

"آپ نے چور کو روشنی میں دیکھا تھا؟" ڈاگا نے سنیتا سے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

0304-5503086

"پہچان سکتی ہیں؟"

سنیتا نے پنکی سے کہا۔ "پنکی بیٹی، ذرا نرس کو بلاؤ، میری ٹانگ میں تکلیف ہو رہی ہے۔"

پنکی چلی گئی تو سنیتا نے ڈاگا سے کہا۔ "میں نے پنکی کو بہانہ بنا کر بھیجا ہے۔ ابھی اسے حالات کا علم نہیں۔ وہ یہی سمجھ رہی ہے کہ مجھ پر کسی چور نے حملہ کیا ہے۔ میں نے اس آدمی کو پہچان لیا ہے۔"

"کون تھا وہ؟"

"یہ وہی شخص تھا جو میرا پیچھا کر رہا تھا۔"

"اس بار اسے آپ نے قریب سے دیکھا ہے؟ کیا آپ اس کا حلیہ بتا سکتی ہیں؟"

"ہاں، وہ چھ فٹ کے قریب لمبا ہوگا۔ بھاری بھرکم ہے۔ موٹے ہونٹ ہیں۔ لمبی ٹھوڑی ہے اور سب سے زیادہ واضح شناخت اس کے ماتھے پر دائیں یا بائیں جانب ایک گول سا کسی پرانے زخم کا نشان ہے۔"

ڈاگا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "دیکھنے میں تو بات صاف نظر آتی ہے کہ وہ راول کا کوئی آدمی ہے اور شاید وہی روپیہ تلاش کرنے آیا تھا جو آپ کے شوہر نے کہیں چھپا رکھا ہے۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے۔ یہ باتیں پلیز آپ پنکی کو نہ بتائیں۔"

"میں نہیں بتاؤں گا، مگر پنکی نے آپ سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ ایک پرائیویٹ ڈیٹیکٹو کے پاس کیوں گئی تھیں؟"

"میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اس کے ڈیڈی کے کچھ کاغذات چوری ہوگئے ہیں۔ اس لیے میں آپ کی مدد لینے گئی تھی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں نے راول کی تلاش شروع کر دی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ نے میرا کیس لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"ہاں۔"

"تو فیس کی بات کیجیے۔"

"آپ کہتی تھیں آپ کے پاس صرف دو ہزار روپیہ ہے۔"

"اب تو وہ بھی پورا نہیں رہا۔ کل سے دو سو روپے کے انجکشن آچکے ہیں۔"

"میں وہ روپیہ بھی نہیں چاہتا۔ ہم ایک ایگریمنٹ کر سکتے ہیں۔"

"کیا؟"

"میں وہ روپیہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں جو آپ کے شوہر کہیں چھوڑ گئے ہیں۔ اگر وہ روپیہ مل جاتا ہے تو اس میں سے دس فی صد میں لوں گا، نہیں ملتا تو کچھ نہیں لوں گا۔ دس فیصد کا حقدار میں اس لیے سمجھتا ہوں کہ ایسے خطرناک قاتلوں اور جرائم پیشہ لوگوں سے ٹکر لینی ہوگی۔ پھر وہ روپیہ تلاش کرتا ہوگا جس کا راز آپ کے شوہر سینے میں چھپا کر مر گئے ہیں۔"

سنیتا بولی۔ "آپ کی یہ شرط مجھے بالکل منظور ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی کہ آپ اس طرح شرط رکھ دیں گے۔ اس میں میرا کیا جاتا ہے میرا فائدہ ہی ہے، اگر وہ روپیہ نہیں ملتا تو نقصان میں آپ رہیں گے۔"

"میں وہ خطرہ لینے کو تیار ہوں لیکن سوچ لیجیے دس فیصد کا مطلب ہے، لاکھ میں دس ہزار ہوتا ــــ وہ رقم آٹھ دس لاکھ ہوگی۔"

"میرے لیے وہ رقم نہ ہونے کے برابر ہے، اس میں سے مجھے جو کچھ بھی ملے گا ایک طرح سے اوپر سے ٹپکی ہوئی رقم ہوگی۔"

"بس تو ٹھیک ہے، ہمارا ایگریمنٹ ہو گیا۔ اب میں چلوں گا اور فکر نہ کریں میں پولیس سے کہہ کر ایک سادہ پوش سپاہی آپ کی نگرانی پر لگا دوں گا۔"

"تھینکس مسٹر ڈاگا!"

"ڈاگا باہر نکلا تو کاری ڈور میں اس کو پنکی مل گئی۔ وہ بولی "کیا آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں۔"

"کیا میں آپ سے کچھ بات کر سکتی ہوں؟"

"ضرور کیجیے۔"

"دیکھیے میں آپ کو یہ بات صاف بتا دوں۔ یہ جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے اس کے بارے میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ کیوں ہو رہا ہے۔"

ڈاگا نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔ "کیا جانتی ہیں آپ؟"

"اپنے ڈیڈی کے بارے میں۔"

"کون سے ڈیڈی کے بارے میں؟"

"اپنے دوسرے ڈیڈی کے بارے میں۔ مجھے معلوم ہے ان کا ماضی اچھا نہیں تھا۔ ممی سے شادی کرنے سے پہلے وہ چور تھے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" ڈاگا نے حیرت سے سوال کیا۔

"بہت پہلے ایک روز ممی اور ڈیڈی باتیں کر رہے تھے۔ اور میں نے ان کی باتیں سن لی تھیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم اپنے ڈیڈی کو بلا آواز کی تھی نہیں؟"

"نہیں۔ میرے ڈیڈی بہت اچھے تھے۔ ماضی ان کا چاہے جیسا رہا ہو لیکن انہوں نے خود کو سدھار لیا تھا اور شریف شہری بن گئے تھے پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ مجھ سے اور ممی سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ان کی لڑکی نہیں۔ ہمیشہ میری ہر ضد پوری کرتے تھے۔ سچ مانیے ان کی موت کا دکھ مجھے اس طرح ہوا جس طرح کسی لڑکی کو اپنے سگے باپ کا ہو سکتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ان کی موت قدرتی نہیں تھی۔"

"یہ تم نے کس بات سے اندازہ لگایا تھا؟"

"اگر ان کی موت قدرتی ہوتی تو ممی آپ کے پاس کیوں جاتیں اور کیوں کوئی شخص ممی پر حملہ کرتا، مکان کی تلاشی لیتا۔ میرا خیال ہے ڈیڈی کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جس کی جرائم پیشہ زندگی کے انکے ساتھی کو ضرورت تھی۔"

ڈاگا نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "مس پنکی تم اپنی ممی کی توقع سے زیادہ ذہین ہو۔"

"اس کا مطلب ہے میرے اندازے درست ہیں"

"تقریباً۔"

"تو آپ کے خیال میں وہ کیا چیز ہو سکتی ہے جس کی ان لوگوں کو تلاش ہے؟"

"دس بیس لاکھ روپے یا سونا اور جواہرات بھی ہو سکتے ہیں۔"

"تو ممی کی زندگی خطرے میں ہے، کیونکہ وہ سوچ سکتے ہیں کہ ڈیڈی نے ممی کو اپنے چھپے ہوئے مال کے بارے میں ضرور بتایا ہوگا۔"

"ہاں کچھ نہ کچھ تو خطرہ ہے، مگر آپ فکر نہ کریں، میں ان کی حفاظت کا بندوبست کر رہا ہوں۔ اچھا چلتا ہوں۔ آپ بھی کچھ روز اکیلی کہیں نہ جائیں۔"

"میں سمجھتی ہوں۔" پنکی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ڈاگا دل ہی دل میں اس کم عمر لڑکی کی تعریف کرتا ہوا ہسپتال سے باہر آگیا۔

اسی شام ڈاگا کے ساتھ ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آگیا وہ شام کو ایک کافی ہاؤس میں بیٹھا کافی کی چسکیاں لے رہا تھا اور کیس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ایک شخص اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اس شخص کے چہرے پر ڈاڑھی تھی جس کے آدھے بال سفید ہو چکے تھے۔ چہرہ گورا تھا۔ عمر میں وہ پچاس کے لگ بھگ ہوگا مگر چالیس کا لگتا تھا۔ ڈاگا نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔ "معذرت میں آپ کی اجازت کے بغیر بیٹھ گیا ہوں۔ مگر مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنا تھی مسٹر ڈاگا۔"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

ڈاگا کو حیرت ہوئی کہ وہ اس کا نام جانتا تھا۔ اس نے کہا "آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟"

"کلکتہ میں کسی نے آپ کا نام بتایا تھا۔ آپ دہلی کے بہترین پرائیویٹ ڈیٹیکٹو ہیں۔ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"آپ تو مجھے اچھے خاصے نظر آرہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ لیکن کل رات کا ایک واقعہ سن لیجیے، اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میں کس قدر اچھا ہوں۔"

"سنائیے کیا واقعہ ہے؟"

"کل میں ہوٹل ریمبو میں ڈنر کھا رہا تھا کہ ویٹر میرے آرڈر کی ایک ڈش لے کر آیا۔ وہ بیرا نہیں تھا جو پہلے سے میری ٹیبل پر کام کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ باتھ روم گیا ہے۔ اس بیرے کی صورت بھی شریف انسانوں جیسی نہیں تھی۔ میں نے اس کی لائی ہوئی ڈش سے کچھ نہیں کھایا اور بہانہ کر کے باتھ روم میں گیا۔ وہاں ایک لیٹرین میں وہ بیرا مجھے بے ہوش مل گیا جو میری ٹیبل پر کام کر رہا تھا۔ اس کے جسم پر وردی بھی نہ تھی۔ میں نے غل مچایا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو وہ بیرا غائب ہو چکا تھا جو ڈش لایا تھا۔ میں نے منیجر کو سب کچھ بتا دیا۔ بیرے کو ہوش آیا تو اس نے بتایا کہ وہ باتھ روم آیا ہی تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کے سر پر کچھ مار کر بے ہوش کر دیا۔ مجھے شک ہوا میں نے تھوڑا سا شوربہ اس ڈش میں سے لے کر ایک شیشی میں بھر دیا اور صبح کو ایک لیبارٹری میں لے گیا۔ انہوں نے بتایا کہ شوربے میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی ہے۔ آپ ان تمام باتوں کی تصدیق ہوٹل ریمبو کے منیجر اور وہاں کے بیروں سے کر سکتے ہیں۔"

"کہانی تو دلچسپ ہے۔" ڈاگا بولا۔ "اب یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں؟"

"میرا نام ڈاکٹر زورا ہے۔"

"کون سے ڈاکٹر دوا والے یا....."

"میں سائنس داں ہوں۔ ویسے میرا فیلڈ کیمسٹری ہے۔"

"تو کل رات یہ ڈرامہ آپ کے ساتھ کیوں کھیلا گیا تھا اور کھیلنے والا کون تھا یا کون تھے؟"

"دراصل بات یہ ہے میں نے ایک کیمیکل تیار کیا ہے جسے آپ جادوئی دوا یا انڈر ورلڈ ڈرگ کہہ سکتے ہیں۔ یہ دوا کینسر، ٹی۔ بی۔ ایڈز جیسے مرضوں کو ختم کر دیتی ہے۔ ابھی تجرباتی منزل میں ہے لیکن اب تک جو میں نے تجربات کیے ہیں ان میں ننانوے فی صد کامیابی ہوئی ہے۔ کسی طرح میری اس ایجاد کا علم ایک دوا بنانے والی کمپنی کو ہو گیا۔ پہلے تو انہوں نے دوا کا فارمولا خریدنے کی کوشش کی۔ میں نے انکار کر دیا تو اب وہ کسی بھی قیمت پر اور کسی بھی طرح مجھ سے وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کل رات وہ مجھ کو اغوا کر لینا چاہتے تھے۔ میں اگر وہ ڈش کھا لیتا تو بے ہوش ہو جاتا اور کچھ آدمی آکر مجھے اپنا دوست بتا کر اٹھا کر لے جاتے۔

"اس طرح کا یہ مجھ پر پہلا حملہ نہیں ہے، دو بار کلکتہ میں مجھے اغوا کرنے کی سازش کی جا چکی ہے۔ لیکن اس کے بعد ایک اور جھگڑا ہو گیا۔ کسی دوسری فرم کو بھی اس ایجاد کے بارے میں پتا چل گیا اور اس دوسری فرم نے اپنے طور پر مجھ سے وہ فارمولا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب ان دونوں فرموں کے ایجنٹ مجھ سے کسی بھی طرح وہ فارمولا چھین لینا چاہتے ہیں۔ بات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ ان دونوں فرموں میں سے کوئی یہ نہیں چاہتا کہ فارمولا دوسری فرم کو ملے۔ اس کے لیے وہ اب یہاں تک فیصلہ کر چکے ہیں کہ اگر کسی وقت میرا فارمولا کسی ایک فرم کو ملنے کا چانس ہو جائے تو دوسری فرم مجھے قتل کر کے کسی طرح فارمولا ضائع کر دینے سے بھی نہیں ہچکچائے گی۔"

ڈاکٹر ذرا خاموش ہوا تو ڈاگا نے پوچھا۔ "کیا آپ پولیس کو یہ سب کچھ بتا چکے ہیں؟"

"کیا آپ سنجیدگی سے سمجھتے ہیں مسٹر ڈاگا کہ پولیس مجھے ان غنڈوں سے بچا سکے گی جو جرائم پیشہ اور قاتل ہیں۔"

"تو پھر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"اپنی حفاظت! میں آپ کو اپنے باڈی گارڈ کے طور پر رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ لوگ مایوس ہو چکے ہیں اور دونوں پارٹیاں مجھے قتل کر دینے میں بہتری سمجھنے لگی ہیں کیونکہ اس طرح میرا فارمولا کسی ایک کے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"اور وہ فارمولا اس وقت کہاں ہے؟"

اس نے انگلی ماتھے پر مارتے ہوئے کہا۔ "یہاں۔"

"یعنی وہ فارمولا آپ کو یاد ہے؟"

"جی ہاں۔ اسی لیے وہ مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں۔"

"سوری ڈاکٹر۔ میں آپ کا کیس نہیں لے سکتا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں پہلے سے ایک کیس پر کام کر رہا ہوں۔"

"تو کیا ہوا۔ میں اس شہر میں اجنبی ہوں، آپ مجھے ہر وقت اپنے ساتھ رکھیے۔ اس طرح آپ اپنے کیس پر بھی کام کرتے رہیں گے اور میری حفاظت بھی۔" یہ کہہ کر اس نے جیب میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر ڈاگا کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ دس ہزار روپیہ ایڈوانس ہے۔ مجھے دس دن یہاں رہنا ہے۔ آپ کو دس دن میری حفاظت کرنی ہوگی۔ اس کے لیے بیس ہزار روپیہ آپ کو اور ملے گا بشرطیکہ میں زندہ رہا۔"

"دس دن کے بعد کیا ہوگا؟ کیا آپ کے دشمن مر جائیں گے؟"

"ہیلتھ منسٹری سے میری بات ہو رہی ہے۔ دس دن میں یہ بات اخباروں میں چھپ جائے گی کہ میں نے اپنا فارمولا بیچ دیا ہے۔ پھر ان لوگوں کے لیے میرا وجود بے کار ہو جائے گا۔"

"اس کے باوجود میں ایک ساتھ دو جگہ کام نہیں کر سکتا۔" ڈاگا

نے کہا۔

"آپ کو دو جگہ کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ دس دن میں آپ کے فلیٹ پر رہوں گا۔ آپ اپنا کام کرتے رہیں گے۔ میں آپ کے فلیٹ میں رہتا رہوں گا۔ مجھے امید ہے وہاں کوئی مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ جب کبھی مجھے کسی کام سے جانا ہوگا آپ کو میرے ساتھ باڈی گارڈ کے طور پر چلنا ہوگا۔ آپ کے یہاں رہنے کا معاوضہ پانچ ہزار الگ سے دوں گا۔"

ڈاگا نے دل ہی دل میں حساب لگایا۔ پینتیس ہزار کی اسے آمدنی ہو رہی تھی۔ اس نے خود سے کہا کہ اگر یہ شخص میرے فلیٹ پر رہنا چاہتا ہے تو مجھے کیا۔ میرے گھر میں ایسا کونسا خزانہ ہے جس کا مجھے ڈر ہو۔ نیتا کے کیس میں ہو سکتا ہے مجھے کچھ بھی نہ ملے اس سے پینتیس ہزار ملے گا تو کم از کم چھ مہینے کا خرچ تو مل جائے گا۔ یہ ساری باتیں سوچ کر وہ بولا۔ "کیا آپ اپنے دشمنوں کے بارے میں جانتے ہیں؟"

"صرف دو اشخاص کو دیکھا ہے۔ وہ کلکتہ کے بڑے خطرناک غنڈے ہیں۔ اسی لیے میں اپنے ساتھ یہ رکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا کوٹ کھول کر دکھایا۔ اندر کی جیب میں ریوالور کا دستہ صاف نظر آ رہا تھا۔

"پھر تو آپ اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں۔"

"میں آپ کی طرح لڑنے بھڑنے کا ماہر نہیں ہوں۔ یہ تو صرف احتیاط کے بطور ہے۔"

"اور اگر آپ میری حفاظت کے باوجود قتل ہو گئے تو؟"

"تو ظاہر ہے مرنے کے بعد میں اپنی فیس واپس لینے نہیں آؤں گا۔"

اچانک ڈاگا کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں کافی پینے آؤں گا؟"

"پتا نہیں چلا، میں آج صبح سے ہی آپ کا پیچھا کر رہا ہوں۔ میں چیک کرنا چاہتا تھا کہ آپ کس طرح کے آدمی ہیں۔"

"اوہ۔ پھر تو میں کہوں گا کہ آپ حیرت ناک سائنسداں ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ ایک جاسوس کا، جاسوسوں کی طرح پیچھا کر سکتے ہیں، ریوالور رکھ سکتے ہیں، حیرت ہے پھر بھی دشمنوں سے ڈرتے ہیں۔"

"اس لیے کہ دشمن ایک دو نہیں۔ ایک دو دشمنوں کو میں واقعی سنبھال سکتا تھا۔"

"آل رائٹ ڈاکٹر زورا۔ آپ چاہے سائنس داں ہوں یا چور میں آپ کا باڈی گارڈ بننے کو تیار ہوں۔ میری شرط صرف یہ ہے کہ آپ میرے دوسرے کیس کی تحقیق میں رکاوٹ نہ بنیں گے۔"

"آپ کا سامان کہاں ہے؟"

"میرے سامان میں صرف ایک اٹیچی کیس ہے اور یہ بریف کیس ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اٹیچی کیس میں نے ایک دوست کے یہاں چھوڑ دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے یہاں بستر تو مل جائے گا۔ دو چار کپڑوں کی ضرورت پڑی تو دوست کے یہاں سے جا کر لے آؤں گا یا پھر ریڈی میڈ خرید لوں گا۔"

"پھر ٹھیک ہے چلیے اب چلتے ہیں۔ اس وقت سے آپ میرے کلائنٹ بھی ہیں اور مہمان بھی۔" یہ کہہ کر ڈاگا اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈاگا ڈاکٹر زورا کو ساتھ لے کر اپنے فلیٹ پر گیا۔ اس کے فلیٹ میں تین کمرے تھے، دو بیڈ روم تھے، ایک ڈرائنگ روم۔ ایک بیڈ روم وہ استعمال کرتا تھا دوسرے بیڈ روم میں مہمانوں کے لیے اس نے ایک دیوان ڈال رکھا تھا۔ "آپ اس کمرے میں رہ سکتے ہیں۔" ڈاگا نے اسے دوسرا کمرہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے کافی ہے۔" ڈاکٹر زورا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کیا کچن میں کچھ کھانے کا سامان ہے؟"

"صرف کافی یا چائے کا سامان ہے۔ وہسکی بھی ایک آدھ بوتل پڑی ہوگی۔"

"تو آیئے ذرا بازار چلتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"کچھ شاپنگ کریں گے۔ میں کچھ ڈبوں کا کھانا لے آؤں گا تاکہ پکانے کی پریشانی نہ ہو۔ میں زیادہ سے زیادہ ہوٹلوں سے بچنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے چلیے۔" ڈاگا پھر اس کو اپنی کار میں بٹھا کر مارکیٹ لایا۔ زورا نے شاپنگ کی۔ اس نے کھانے کے سامان کے اتنے سارے ڈبے خرید لیے کہ وہ دونوں مہینے بھر تک آرام سے گھر رہ کر کھانا کھا سکتے تھے۔ پھر اس نے اپنے لیے کچھ ریڈی میڈ کپڑے اور سلیپنگ سوٹ وغیرہ خریدے۔

فلیٹ پر واپس پہنچ کر ڈاگا بولا۔ "آپ یہاں آرام سے رہیے میں ذرا جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"آپ کو میں بتا چکا ہوں کہ میں ایک اور کیس پر بھی کام کر رہا ہوں۔ آپ یہاں محفوظ ہیں۔"

"یہ آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں یہاں محفوظ ہوں۔ میرے دشمن مجھے یہاں آ کر بھی قتل کر سکتے ہیں۔"

"آپ دروازہ بند رکھیے۔ صرف میرے لیے ہی دروازہ کھولیے۔ قاتل کم از کم دروازہ توڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ پھر آپ کے

"اچھی بات ہے جائیے۔"

ڈاگا اس کو اپنے فلیٹ پر چھوڑ کر چل دیا۔

●●

رات کو ڈنر ٹیبل پر زاہد کو سنیتا اور پنکی کے بارے میں سارے حالات بتا کر ڈاگا نے ڈاکٹر زورا کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایا اور آخر میں کہا۔ "مجھے یہ ڈاکٹر زورا کی بات کچھ عجیب سی محسوس ہو رہی ہے۔"

"اس میں عجیب کیا بات محسوس ہو رہی ہے؟" جاوید بولا۔ "اسے اپنی جان کا ڈر ہے اس لیے اس نے تمہاری خدمات حاصل کر لیں۔"

"مجھ سے بہتر پولیس اس کی حفاظت کر سکتی تھی۔"

"کوئی کسی کی حفاظت نہیں کر سکتا۔" زاہد نے کہا۔ "اگر کوئی شخص اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کسی کو قتل کرنے کا فیصلہ کرے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو بچا نہیں سکتی۔ پولیس کے دس سپاہی بھی اس کے ساتھ ہوں تو کیا کر سکتے ہیں۔ قاتل گزرتے ہوئے صرف بم اچھال دے، سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔"

"تو پھر ڈاکٹر زورا نے میری خدمات کیوں حاصل کیں۔"

"ہر آدمی اپنے طور پر خود کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"کیا تم نے واقعی اس کو اپنے فلیٹ میں رکھ لیا ہے؟" جاوید نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس نے دس ہزار نقد دیا ہے۔ پانچ ہزار دس دن کا کرایہ بھی دے گا۔ کھانے پینے کا سارا سامان بھی خود ہی لایا ہے اور اتفاق کی بات ہے کہ آج کل میرے فلیٹ میں فریج کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ میرا پرانا فریج چرانے کے لیے یہ ڈرامہ نہیں کھیل سکتا تھا۔"

سیما اچانک بولی۔ "تم نے ابھی بتایا ہے کہ سنیتا کے مکان کی تلاشی لی گئی ہے اور اس کو مارا بھی گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے راول کو کسی قیمتی چیز کی تلاش ہے اور سنیتا بھی تمہارے پاس مدد لینے آئی تھی۔ اگر راول کا آدمی اس کا تعاقب کر رہا تھا تو اس نے سنیتا کو تمہارے دفتر میں آتے جاتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ یعنی راول کو پتا چل گیا ہو گا کہ سنیتا نے تمہاری خدمات حاصل کر لی ہیں۔ اس صورت میں وہ سوچ سکتا ہے کہ جس چیز کی بھی اسے تلاش ہے ہو سکتا ہے وہ سنیتا نے تمہارے پاس رکھوا دی ہو۔"

"اوہ، نو..." ڈاگا بولا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ڈاکٹر زورا راول کا ساتھی ہے اور سلیمان کے مال کی تلاش میں میرے فلیٹ پر آ کر ٹھہرا ہوا ہے۔"

"یہ ناممکن نہیں۔" زاہد بولا۔

"بات تو ٹھیک ہے، مگر ڈاکٹر زورا صورت سے بدمعاش بالکل نہیں لگتا۔"

"اگر وہ صورت سے بدمعاش لگتا تو راول اس کو تمہارے پاس نہیں بھیجتا۔ میرا مقصد یہ نہیں کہ ڈاکٹر زورا کا آدمی ہے۔ لیکن یہ ممکن ضرور ہے۔ اس لیے بہتر ہے اس کے بارے میں چھان بین کر لو۔"

"پہلا کام راول کو تلاش کرنا ہے۔ وہ مل جائے تو پتا چل جائے گا کہ اسے کس چیز کی تلاش ہے۔"

"مجھے یقین ہے وہ چوری کا روپیہ ہو گا۔"

"روپیہ ہوتا تو سلیمان اسے بینک میں جمع کراتا۔" جاوید بولا۔

"چوری کے روپے کو؟" ڈاگا نے کہا۔ "جب کہ پولیس جانتی تھی کہ وہ چور ہے۔"

"کیا وہ کبھی گرفتار ہوا ہے؟" جاوید نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے وہ گرفتار نہیں ہوا مگر پولیس اس کے بارے میں مشکوک تو تھی۔"

"تم پہلے راول کو تلاش کرو۔" زاہد بولا۔

"کیسے؟"

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔ اس کے علاوہ میرا مشورہ ہے کہ سلیمان کے کاغذات بھی چیک کرو شاید ان کاغذات سے کوئی مدد مل جائے۔"

"سیما بولی۔ "تم کہتے تھے ان کا ایک تیسرا ساتھی اور تھا۔"

"ہاں اس کا نام قادر تھا۔ آج کل وہ چندی گڑھ کے قریب ایک ہوٹل چلا رہا ہے۔"

"تو اس سے جا کر ملو۔ راول اس سے بھی ضرور ملا ہو گا۔"

"اس کے لیے مجھے چندی گڑھ جانا ہو گا۔"

"تو کیا ہوا؟"

"اب ڈاکٹر زورا جو میری دم کے ساتھ بندھ گیا ہے۔"

"تو ڈاکٹر زورا کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس سے کہہ دینا کہ تمہارے ساتھ رہ کر ہی وہ محفوظ رہ سکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے میں پہلے ذرا ڈیوڈ سے قادر کے ہوٹل کا نام معلوم کر لوں پھر فون کر کے دیکھ لوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے زاہد سے کہا۔ "آپ ذرا مسٹر کرن کو فون کر دیں۔"

"کیوں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ ایک سادہ پوش سپاہی سنیتا کی حفاظت پر لگا دیا جائے۔ اور اس کی لڑکی کی حفاظت پر کیونکہ ہو سکتا ہے راول ان پر سختی کرنے کی کوشش کرے۔"

"اچھا میں ابھی فون کر دوں گا۔"

کھانا ختم ہونے کے بعد وہیں ڈاگا نے ڈیوڈ کو فون کیا۔ ڈیوڈ کا اسٹور، گھر اور دکان سب کچھ ایک ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈیوڈ کی نشے میں ڈوبی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ کون ہے؟"

"میں ڈاگا بول رہا ہوں۔ پرائیویٹ ڈیٹیکٹو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں آپ سے ملا تھا اور راول کے بارے میں کچھ باتیں پوچھی تھیں۔"

"جی ہاں مجھے یاد آگیا۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ اس کا ساتھی قادر چندی گڑھ کے قریب کوئی ہوٹل چلا رہا ہے آپ کو اس کے ہوٹل کا نام معلوم ہے؟"

"جی ہاں۔ اس کا نام "ہائی وے" ہوٹل ہے، کیونکہ وہ ہائی وے پر بنا ہوا ہے۔"

"اچھی بات ہے میں تلاش کرلوں گا۔ اب بتائیے کیا راول آپ سے پھر ملنے آیا؟"

"جی ہاں۔"

"اگر وہ اتفاق سے پھر ملنے آجائے تو کیا آپ اس سے پتا معلوم کرسکتے ہیں؟"

"وہ آجائے تو پتا میں معلوم کرلوں گا لیکن بعد میں اس کے ہاتھ سے مجھے بچائے گا کون؟"

"میں آپ کی حفاظت کروں گا۔"

"مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ اس نے سلیمان کی بیوی کو زخمی کردیا ہے، آپ اسے تو بچا نہیں سکے مجھے کیسے بچائیں گے؟"

ڈیوڈ کی بات معقول تھی اس لیے ڈاگا نے جواب دیے بغیر فون رکھ دیا۔

●
●

ڈاگا اپنے فلیٹ پر آیا۔ اس نے گھنٹی بجائی تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی پھر اندر سے ڈاکٹر زورا نے پوچھا کون ہے؟

"ڈاگا۔"

"او۔ کے کھولتا ہوں۔ اپنے ہاتھ اوپر کرکے اندر داخل ہونا، میں تمہیں نشانہ بنائے ہوئے ہوں۔"

"مگر میں ڈاگا ہوں۔"

جواب میں دروازہ کھل گیا۔ ڈاگا نے دیکھا کہ ڈاکٹر زورا واقعی اس کو نشانہ بنائے ہوئے تھا۔ ڈاگا کو دیکھ کر ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ میں خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ کوئی تمہاری آواز بنا کر دروازہ کھلوا سکتا تھا۔"

"آل رائٹ۔" ڈاگا بولا۔ "ہم ایک شناختی کوڈ طے کرلیتے ہیں اب میں جب آؤں گا تو دروازے پر تین بار دستک دوں گا۔ پھر سیٹی بجاؤں گا، اس کے بعد دوبار دستک دوں گا۔ اس سے آپ سمجھ لیں گے کہ دروازے پر کوئی دشمن نہیں۔"

"یہ بالکل ٹھیک ہے" ڈاکٹر زورا نے خوش ہوکر کہا۔ "کلکتے میں میرے دوست نے آپ کی صحیح تعریف کی تھی۔ مسٹر ڈاگا۔ آپ واقعی

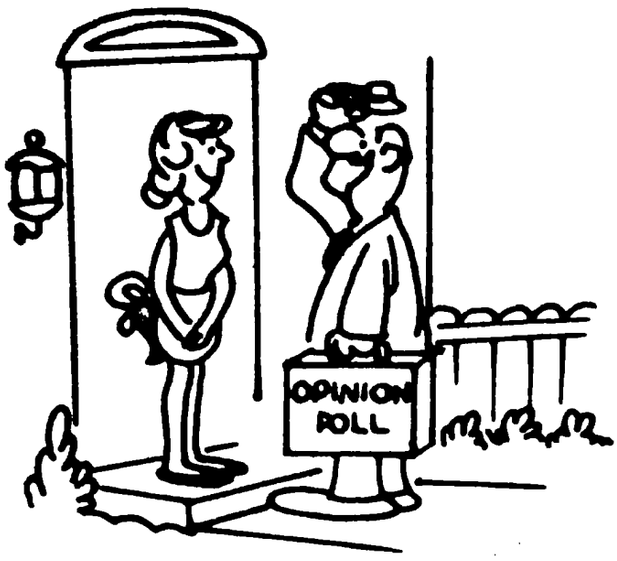

0304-5503086

"تھینکس۔ کیا آپ نے کھانا کھالیا؟"

"ہاں میں کھا چکا ہوں۔"

"اچھا تو میں اپنے کمرے میں جاکر ایک ٹرنک کال کرتا ہوں۔"

"او کے۔"

ڈاگا نے اپنے کمرے میں آکر چندی گڑھ کے لیے لائن مانگی تھوڑی دیر انتظار کے بعد لائن مل گئی تو اس نے آپریٹر سے کہا۔ "دیکھیے چندی گڑھ کے آس پاس "ہائی وے" نام کا کوئی ہوٹل ہے۔ میرے پاس اس کا نمبر نہیں ہے کیا آپ تکلیف کرکے اس ہوٹل سے مجھے کنکشن دے سکتی ہیں۔"

"آل رائٹ ذرا انتظار کرو۔" آپریٹر نے کہا۔

"تھوڑی دیر انتظار کے بعد ایک زنانہ آواز نے کہا۔ "ہائی وے ہوٹل"

"ہیلو۔" ڈاگا بولا۔ "کیا میں مسٹر قادر سے بات کرسکتا ہوں۔"

"کون صاحب بول رہے ہیں۔"

"میرا نام سلیم ہے۔"

"سوری، قادر تو نہیں ہیں۔ میں ان کی بیوی شنو بول رہی ہوں۔ آپ کوئی پیغام دینا چاہیں تو.....۔"

ڈاگا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "دیکھیے میں اسٹیل مینوفیکچرنگ ایسوسی ایشن کا سیکرٹری بول رہا ہوں۔ ہم لوگ چندی گڑھ میں ایک کانفرنس کرنا چاہتے ہیں تقریباً سو ڈیلی گیٹ آنے کی توقع ہے۔ وہ سب ایک ہی جگہ ٹھہرنا چاہتے ہیں، چندی گڑھ کے کسی ہوٹل میں اتنی جگہ نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کے ہوٹل میں اتنی جگہ ہے۔"

"جی ہاں۔" قادر کی بیوی نے جواب دیا۔ "ہم آپ کے سو مہمانوں کے رہنے کا بندوبست کرسکتے ہیں۔"

"ہمارے ہاں مغلئی چائنیز اور کانٹی نینٹل ہر قسم کے کھانے کا بندوبست ہے۔"

"تو اس سلسلے میں معاملات طے کرنے کے لیے مسٹر قادر سے میری بات کب ہو سکتی ہے۔ آپ جانتی ہیں اتنے بڑے بزنس پر تمام ہوٹل کمیشن دیتے ہیں۔ میرا مطلب آپ سمجھ گئی ہوں گی۔"

"جی ہاں میں سمجھ گئی۔ آپ کا مطلب کمیشن سے ہے۔"

"میں اُسے کنسیشن کہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے وہ بات آپ کی خواہش کے مطابق طے ہو جائے گی۔"

"میں اِس سلسلے میں مسٹر قادر سے بات طے کرنا چاہوں گا۔"

"وہ تو کل تک واپس آئیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں پرسوں چندی گڑھ آجاؤں تو اُن سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"جی ہاں ہو جائے گی۔"

"اوکے تھینک یو۔" یہ کہہ کر ڈاگا نے فون رکھ دیا۔

صبح کو ڈاگا اور ڈاکٹر زورا ناشتا کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی، ڈاگا نے جا کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے کرنل زاہد کی آواز سنائی دی۔ "تمھارے لیے ایک بُری خبر ہے برخوردار۔"

"آپ بُری خبر سُنا رہے ہیں، حیرت ہے۔"

"مجبوری ہے۔ رات میں نے فون کر کے تمھاری کلائنٹ اور اس کی لڑکی کی حفاظت کے لیے دو سادہ پوش سپاہی گنوا دیے تھے۔ جو سپاہی لڑکی کی حفاظت کے لیے لگایا گیا تھا، وہ آج صبح بے ہوش ملا۔ اندر لڑکی بھی بے ہوش تھی، اب وہ ہسپتال میں ہے۔"

"اوہ گاڈ۔ اس کا مطلب ہے لڑکی کو بھی کسی نے مارا ہے۔"

"ظاہر بات ہے۔"

"اور اس سپاہی کا کیا حال ہے؟"

"اسے ہوش آگیا ہے۔ وہ کہتا ہے رات کے تین بجے کے قریب وہ مکان کے دروازے کے پاس کھڑا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آکر اس کے سر پر کچھ مار کر اُسے بے ہوش کر دیا۔"

"تو اِس حادثے کا پتا کیسے چلا؟"

"صبح کو دوسرا سپاہی اس کی جگہ لینے آیا تو اُس نے دونوں کو بے ہوش پایا۔"

"پھر اب میں کیا کروں یہ تو بہت بُرا ہوا۔"

"ہاں بُرا تو ہوا۔ اب اُس شخص راول کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔"

"میرا خیال ہے نہیں۔ وہ بے ہوش ہے اور اس وقت وہ ہسپتال میں ہے۔ اگر تم آدھے گھنٹے تک وہاں پہنچ سکو تو میں تمھیں وہاں مل سکتا ہوں۔"

"میں پہنچ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر ڈاگا نے فون بند کر دیا۔ وہ ناشتا بھی بھول گیا، فوراً جانے کی تیاری کرنے لگا۔ ڈاکٹر زورا نے پوچھا۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے؟"

"خیریت نہیں۔"

"میں کسی کام آسکتا ہوں؟"

"نو سر۔ آپ یہیں رہیے۔ میں ابھی آجاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ ڈاکٹر زورا نے چونک کر کہا۔

"اس وقت کون ہوگا۔"

"میں دیکھتا ہوں۔"

"ٹھہرو۔ ریوالور لیتے جاؤ۔ کیا خبر میرے دشمنوں کو پتا چل گیا ہو کہ میں یہاں ہوں۔"

"کوئی دُشمن اتنا بدذوق نہیں ہو سکتا کہ اتنی صبح قتل کرنے پر آمادہ ہو جائے۔" یہ کہتا ہوا ڈاگا آگے بڑھ گیا۔ دروازہ کھولا جاوید کھڑا تھا۔

"اوہ تم ہو۔"

"ہاں میں ہوں اور میں نے ابھی ناشتا بھی نہیں کیا ہے۔ گرم گرم کافی کی خوشبو آرہی ہے۔"

"تم کہاں سے آرہے ہو؟"

"گھر سے۔"

"کیوں آئے ہو؟ ناشتا گھر پر کیوں نہیں کیا۔"

"کیا ڈیڈی نے تمھیں فون کر کے وہ بُری خبر سُنا دی؟" جاوید بولا

"ہاں سُنا دی۔"

"میں بھی تم سے اظہار ہمدردی کرنے آیا تھا۔"

ڈاگا کا کچن اور ڈائننگ روم ایک ہی تھا۔ وہاں سے ڈاکٹر زورا نے پکارا "مسٹر ڈاگا کون ہے؟"

"ایک میری جان کا دُشمن ہے مسٹر زورا، آپ فکر نہ کریں آرام سے ناشتا کرتے رہیں۔"

وہ جاوید کو لیے کچن میں داخل ہوا اور ڈاکٹر زورا سے کہا۔ "ان سے ملیے۔ یہ میرے عزیز ترین جان کے دُشمن مسٹر جاوید ہیں، کلاسیکل موسیقی میں مہارت رکھتے ہیں۔ ایک ہفتہ مسلسل بغیر رکے بول سکتے ہیں۔"

"اِس کا مطلب ہے آپ کے دوست ہیں۔"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

دونوں کچھ دیر باتیں کر سکتے ہیں۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں شاید دو گھنٹے میں واپس آجاؤں گا۔ آپ کو مسٹر جاوید سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ انسانوں کو قتل کرنے پر یقین نہیں رکھتے پچیس گز کے فاصلے پر بیٹھی مکھیوں کو گولیوں کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے ذرا سرد لہجہ میں کہا "خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں ناشتے کے بعد اپنی خوشی کا اظہار کروں گا۔" جاوید نے جواب دیا۔ پھر ڈاگا سے بولا "ڈاگا، اب تم جا سکتے ہو۔"

ڈاگا ان دونوں کو چھوڑ کر ہسپتال چلا گیا۔

ڈاگا کی کار جیسے ہی ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی، دوسری طرف سے زاہد بھی اپنی کار لے کر آگیا۔ دونوں نے کاریں برابر کھڑی کر دیں۔ ڈاگا نے اپنی کار سے اُتر کر کہا "جاوید کو آپ نے بھیجا ہے؟"

"ہاں"

0304-5503086

"ڈاکٹر زورا کو دیکھنے کے لیے؟"

"ڈاکٹر زورا کی کہانی دلچسپ تھی۔ اس لیے میں نے اس کے بارے میں کچھ چھان بین کر لینا ہی مناسب سمجھا۔"

"ڈاکٹر زورا جاوید سے مل کر خوش نہیں ہوا۔"

"یہ بھی دلچسپ بات ہے۔ خیر چلو پہلے چل کر لڑکی کو دیکھ لیتے ہیں۔" دونوں ہسپتال کی عمارت میں داخل ہوئے۔ ریسپشن سے مریضہ کے بارے میں پوچھا۔ پھر دوسری منزل کے اس کمرے میں پہنچے جس میں پنکی کو رکھا گیا تھا۔ کمرے کے دروازے پر ہی ایک نرس باہر نکلی تو زاہد نے کہا "نرس کیا مریضہ کو ہوش آگیا۔؟"

"جی ہاں ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہوش آیا ہے۔"

زاہد نے نرس کو اپنا شناختی نشان دکھا کر کہا "کیا میں مریضہ سے مل سکتا ہوں؟"

"یس سر۔ مل لیجیے۔"

زاہد اور ڈاگا کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ پنکی کے جسم پر جگہ جگہ سفید پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ آہٹ سُن کر اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ڈاگا کو دیکھ کر وہ کم زور آواز میں بولی "اچھا ہوا آپ آگئے مسٹر ڈاگا، میں کسی کے ذریعے پیغام بھجوانے والی تھی۔"

ڈاگا نے پوچھا "اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"بہت خراب۔ آدھا گھنٹہ وہ غنڈا میرے جسم کو جلتی سگریٹ سے داغتا رہا۔"

"کون غنڈا؟"

"مجھے پتا نہیں وہ کون تھا۔"

"اُس کا حلیہ بتا سکتی ہو؟"

"ہاں لمبے قد کا آدمی تھا۔ ماتھے پر زخم کا نشان تھا۔ میرا خیال ہے یہ وہی غنڈا تھا جس نے ممی کو مارا تھا۔"

"وہ کیا چاہتا تھا؟" زاہد نے پوچھا۔

پنکی نے ڈاگا سے سوال کیا "آپ کون ہیں مسٹر ڈاگا، آپ کو میرے بارے میں کیسے علم ہوا۔"

"یہ کرنل زاہد ہیں میرے چیف۔ میرے کہنے پر انہوں نے ایک سپاہی تمھاری حفاظت کے لیے پہرے پر لگا دیا تھا۔"

پنکی حیرت سے بولی "آپ کا مطلب ہے میرے مکان پر پہرا لگا ہوا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"اُس نے سپاہی کو بھی بے ہوش کر دیا تھا۔ اُسی سے تمھارے بارے میں پتا چلا تھا۔"

"وہ غنڈا تم سے کیا چاہتا تھا؟" زاہد نے دوبارہ سوال کیا۔

"وہ کہہ رہا تھا اُسے معلوم ہے کہ ممی مسٹر ڈاگا سے ملی تھیں۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے اس لیے زندہ چھوڑ رہا ہے تاکہ میں اس کا پیغام ممی تک پہنچا دوں۔"

"اس کے دو پیغام تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ فوراً آپ کو کیس سے الگ کر دیں اور دوسرے یہ کہ وہ روپیہ اس کو چاہیے جو ڈیڈی نے چھپایا ہوا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ روپیہ ڈیڈی کا نہیں بلکہ اس کے باس کا ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ اگر ڈاگا نے کیس سے علیحدگی اختیار نہیں کی تو اگلی بار وہ مجھے اس طرح نہیں چھوڑے گا۔"

ڈاگا نے زاہد کی طرف دیکھ کر کہا "یہی مجھے ڈر تھا۔"

"میری رائے میں اب آپ اس کیس کو بھول جائیں مسٹر ڈاگا۔" پنکی بولی "کیونکہ اب کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ اور آپ کی وجہ سے میری اور ممی کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"میں تمھاری ممی سے ابھی جا کر ملوں گا اور اُنہیں سارے حالات بتا دوں گا۔ اگر وہ بھی یہی چاہیں گی تو میں کیس سے الگ ہو جاؤں گا۔ ویسے تمھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمھارے ڈیڈی نے اس روپے کے بارے میں تمھاری ممی کو ضرور بتایا ہوگا۔"

"تو پھر آپ کے خیال میں ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟"

زاہد نے اس کی بات کا جواب دیا "تم چاہو تو آٹھ دس دن یہیں ہسپتال میں رہ سکتی ہو۔ یہ پولیس ہسپتال ہے اور وہ بدمعاش یہاں نہیں آسکتے۔"

"مگر ممی کو تو خطرہ ہے۔"

"ہم تمھاری ممی کو بھی اسی ہسپتال میں داخل کر دیں گے۔ اور تم دونوں کی حفاظت کا اچھی طرح بندوبست کر دیں گے۔"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

"لیکن ان باتوں سے حاصل کیا ہوگا؟"

"ہم اُس شخص راول کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ خطرناک مجرم ہے۔ تمھارے ڈیڈی کو اُسی نے قتل کیا ہے۔" زاہد خاموش ہوا تو ڈاکا بولا "اس کے علاوہ جو روپیہ تمھارے ڈیڈی کے حصے میں آیا ہے کہیں تو ہوگا۔ تمھارے ڈیڈی نے ضرور کوئی ایسا سراغ چھوڑا ہوگا کہ اُن کی موت ہو جانے پر وہ روپیہ تمھاری ممی کو مل جائے۔"

"لیکن ممی تو کہتی ہیں کہ اُس روپے کے بارے میں اُنھیں کچھ نہیں معلوم۔"

"میں ایک بار تمھارے ڈیڈی کے دفتر جا کر اُن کے کاغذات دیکھنا چاہتا ہوں،" ڈاکا نے کہا "ہو سکتا ہے ان کاغذات میں کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے اس روپے کے بارے میں پتا چل سکے۔"

"گویا آپ کیس پر کام جاری رکھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں"

"تو پہلے ممی کو یہاں بھجوا دیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بدمعاش ممی کو مار ڈالیں۔"

"ہم ان کو آج ہی منتقل کرا دیں گے۔ تمھارے ڈیڈی کے دفتر کی چابی مجھے کہاں مل سکتی ہے؟"

"وہ تو گھر پر ہی ہوگی۔"

"اور تجوری کی چابی؟"

"اس کے بارے میں ممی بتا سکیں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ تم اب بالکل فکر نہ کرو، یہاں تم بالکل محفوظ ہو۔ ہم آج ہی تمھاری ممی کو بھی یہاں منتقل کرا دیں گے۔ میں اس درمیان تم لوگوں سے ملنے آتا رہوں گا۔"

"تھینکس مسٹر ڈاکا۔" پنکی نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ "پتا نہیں یہ غنڈے کہاں سے آ گئے اور ہماری پرسکون زندگی میں تباہی مچا دی۔"

"ہر برائی کبھی نہ کبھی اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے۔ یہ تمھارے ڈیڈی کے ماضی کی برائی تھی جو مصیبت بن کر تمھارے خاندان پر ٹوٹی ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" پنکی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب ہم چلتے ہیں۔ میں کل آؤں گا۔" یہ کہہ کر ڈاکا اور زاہد کمرے سے باہر آ گئے۔

●●

کاری ڈور میں آ کر ڈاکا نے زاہد سے کہا "اب کیا کریں؟"

"میں اس کی ماں کو یہاں منتقل کرانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم اس دوران ان کے مکان کی تلاشی لے ڈالو۔"

"تلاشی تو وہ غنڈے لے چکے ہیں۔"

"مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ ہو سکتا ہے اُن کی نظر سے بچ گئی ہو۔"

"وہ روپیہ سلیمان کے گھر میں رکھا نہیں ہوگا۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔ ممکن ہے اُس نے روپے سے ہیرے خرید لیے ہوں۔ تین چار ہیرے گھر میں کسی بھی جگہ چھپائے جا سکتے ہیں اور تم ذرا ہوشیار رہنا۔ وہ لوگ ایک قتل کر چکے ہیں اس لیے دوسرا بھی کر سکتے ہیں۔"

"مجھے اس کا احساس ہے۔" پھر باہر آ کر دونوں اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

ڈاکا نے سُنیتا کے مکان کی تلاشی میں دو گھنٹے لگائے مگر اُس کو کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے روپے کا پتا چل سکتا۔ تجوری کا تالا بھی اس نے چابی کے بغیر کھول دیا۔ تجوری میں کچھ رجسٹر رکھے تھے۔ کچھ ایسی چیزیں بھی تھیں جو ڈاکا کے خیال میں بے مقصد اور بے معنی تھیں آخر اُس نے تجوری بند کر دی، اور واپس چل دیا۔ راستے میں ایک جگہ رُک کر اُس نے زاہد کو فون کر کے رپورٹ دی "میں نے مکان اور تجوری کی تلاشی لے لی ہے۔ کچھ بھی نہیں ملا۔"

"امید تو یہی تھی۔" زاہد نے جواب دیا "مگر اپنا اطمینان کر لینا بھی ضروری تھا۔"

"کیا آپ نے سُنیتا کو پولیس ہسپتال میں منتقل کرا دیا۔"

"ہاں اور دونوں کی اسپیشل حفاظت کا بھی بندوبست کرا دیا ہے۔"

"اچھی بات ہے فی الحال میں گھر واپس جا رہا ہوں۔ آج رات میں چندی گڑھ جا کر قادر سے ملنے کی کوشش کروں گا۔"

"تم جاؤ گے تو اپنے دوسرے کلائنٹ کا کیا کرو گے؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ ڈاکٹر زورا کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں کیا پتا میرے پیچھے کوئی واقعی اُس کو قتل کر جائے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اچھا تو گھر جاتا ہوں کوئی خاص بات ہوئی تو فون کر دوں گا۔" یہ کہہ کر ڈاکا نے فون رکھ دیا۔ اور اپنے گھر چل دیا۔

فلیٹ پر پہنچ کر اُس نے طے شدہ کوڈ کے مطابق پہلے تین بار دستک دی۔ جب اندر سے ڈاکٹر زورا کے قدموں کی چاپ سُنائی دی تو اُس نے سیٹی بجائی اور پھر دو بار دستک دی۔ ڈاکٹر نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن ریوالور اُس وقت بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔

"اب ریوالور کی کیا ضرورت تھی؟" ڈاکا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں نے تمھیں اپنا باڈی گارڈ بنا کر غلطی کی ہے۔"

"اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ پھر تم کہتے ہو کہ سائنس داں ہو اور آٹھ دس دن میں تمھارے فارمولے کا سودا ہو جائے گا۔ اس کے بعد تمھیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ ایک شریف شہری ہونے کی حیثیت سے اس غیر قدرتی موت کی خبر پولیس کو دینا ہم دونوں کا فرض ہے۔"

"اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہوں گا کہ ابھی میرے بارے میں کسی کو یہ معلوم ہو کہ تم میرے باڈی گارڈ ہو اور یہ کہ میں تمھارے فلیٹ پر رہ رہا ہوں۔"

"تو پھر لاش کے بارے میں تم کیا مشورہ دیتے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ لاش کو پتھر سے باندھ کر دریا میں ڈال دو۔ یہ کوئی شریف آدمی تو تھا نہیں کہ سوسائٹی اس کی کمی محسوس کرے گی بلکہ اس کی لاش غائب کر کے ایک طرح سے ہم پولیس کا وقت ضائع ہونے سے بچائیں گے۔"

"لیکن لاش اس طرح چھپانا جرم ہے۔"

"جرم صرف وہ ہوتا ہے جو پکڑا جائے۔ لاش کسی کو ملے گی ہی نہیں تو جرم کیسا؟"

"ڈاکٹر زورا۔" ڈاکا بولا۔ "آپ مجھے جرم پر اکسا رہے ہیں۔"

"ہاں۔ اور اس جرم کے لیے میں تمھیں دس ہزار روپے ایکسٹرا دے سکتا ہوں۔"

ڈاکا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ "کیا کہا آپ نے؟"

"وہی جو تم نے سنا۔ تم یہ لاش دریا میں پھینک دو، دس ہزار روپے تمھیں اور دوں گا۔ تم ابھی میرے فارمولے کی قیمت نہیں سمجھے ڈاکا۔ وہ کامیاب ہو گیا تو اربوں روپے کی آمدنی ہو گی۔ میں گورنمنٹ کو یہ فارمولا اس شرط پر دینا چاہتا ہوں کہ دوا کی بکری پر مجھے کمیشن ملے، اس لیے میں تل بھر بھی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں۔"

ڈاکا چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔ "آپ دنیا کے بہت چالاک بزنس مین ہیں مسٹر زورا۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے آپ آدمی کو مجبور کر دیتے ہیں۔ خیر یہ بتلائیے کہ آپ کے پاس دس ہزار روپے نقد ہیں۔"

"ہاں ہیں۔"

"تو لائیے۔ میں اس طرح کے سودوں میں ادھار کا قائل نہیں۔"

"آل رائٹ میں ابھی لاتا ہوں۔"

ڈاکٹر زورا اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر اس نے سو سو کے نوٹوں کی گڈیاں ڈاکا کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ لیجیے دس ہزار۔"

"تھینکس۔" ڈاکا نے نوٹ اٹھا کر اندر کی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر ایک شرط میری بھی ہے۔"

"کیا؟"

"یہ لاش دریا میں پھینکنے میں آپ میرے ساتھ برابر کے شریک رہیں گے کیونکہ میں یہ کام جو غیر قانونی ہے آپ کے فائدے کے لیے کر رہا ہوں۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"تو اب پلان بتلائیے۔"

زورا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت ساڑھے پانچ بج رہے ہیں اور تھوڑی دیر میں اندھیرا ہو جائے گا اس وقت ہم لاش کو لے چلیں گے۔"

"لیکن لاش کو لے کر کیسے چلیں گے؟"

"اس کے کئی طریقے ہیں۔"

"مثلاً۔"

"ایک تو یہ کہ لکڑی کا ایک بکس خرید لاؤ ہم لاش اس میں رکھ کر ڈکی میں رکھ کر لے جائیں گے۔"

"اور دوسرا طریقہ؟"

"دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لاش کو گاڑی تک لے جانے سے پہلے اس پر شراب کی بوتل چھڑک دیں گے۔ پھر ہم اس کو سہارا دے کر لے جائیں گے جیسے یہ ہمارا جگری دوست ہو اور بہت زیادہ پی گیا ہو۔ پاس سے گزرنے والا ہر شخص وہسکی کی بو سے یہی سمجھے گا۔"

"اور کوئی طریقہ؟"

"تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جادو سے اس کو مکھی بنا کر لے چلیں، مگر اس طریقے میں مشکل یہ ہے کہ مجھے جادو بالکل نہیں آتا۔ دو طریقوں میں سے ہی کوئی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

"تو پھر میں شراب والے طریقے کے حق میں ووٹ دوں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کو دریا میں کس جگہ ڈبویا جائے۔"

"ہمیں شہر سے دور جا کر اس کو دریا میں ڈالنا ہو گا۔ لاش کو دریا کے کنارے پر نہیں پھینکا جا سکتا۔ کسی دریا میں لاش پھینکنے کا بہترین طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پل پر سے لاش گرائی جائے لیکن آج کل ہر پل پر رات دن ٹریفک اور پہرا رہتا ہے اس لیے پل استعمال نہیں کیا جا سکتا۔"

ڈاکٹر زورا نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ تم ٹھیک کہتے ہو

"میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ کیا پتا کوئی راستے میں تمھیں پکڑ کر تم سے دروازہ کھلوانے کا راز معلوم کر لیتا۔"

"لیکن مسٹر زورا ابھی تک تو مجھے آپ کا کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کو صرف وہم ہو۔"

"میں پاگل نہیں ہوں جو تمھیں دس ہزار ایڈوانس دیتا۔"

بات معقول تھی اس لیے ڈاکا خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اُس نے پوچھا "میرا دوست جاوید کب گیا تھا؟"

"وہ دو گھنٹے میرا دماغ کھاتا رہا۔ کیا وہ کچھ سنکی ہے؟"

"ہے تو سہی۔ دو سال ایک پاگل خانے میں بھی رہ چکا ہے۔"

"پھر بھی تمھارا دوست ہے؟"

"میری دوستی کے بعد ہی وہ پاگل خانے گیا تھا۔" ڈاکا نے مسکرا کر کہا۔ اس کے مذاق کو سمجھ کر ڈاکٹر زورا بڑبڑا کر رہ گیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد دروازے کی گھنٹی بجی۔ ڈاکا اور زورا اُس وقت تاش کھیل رہے تھے۔ ڈاکا نے پتے پٹختے ہوئے کہا "اس وقت کون آمرا؟"

"ہوشیار رہنا۔" ڈاکٹر زورا بولا۔

"تمھارا کیا خیال ہے، کوئی قتل کرنے آیا ہوگا۔"

"اگر میرے دشمنوں کو پتا چل گیا کہ تم میری حفاظت کر رہے ہو تو وہ پہلے تم کو ہی قتل کر دیں گے۔ بہر حال تم چل کر دروازہ کھولو میں تمھارے پیچھے رہوں گا۔"

ڈاکا کو ایسا لگا جیسے زورا یا تو پاگل ہے یا واقعی بہت خوف زدہ ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولتے ہی ڈاکا کا سانس رُک گیا۔ اس کے سامنے ایک لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کی نال ڈاکا کے سینے کی طرف تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ چکرا گیا کہ وہ کیا کرے۔ لیکن اُسی وقت ہلکی سی ٹھس ہوئی ریوالور والے آدمی کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت کے آثار پیدا ہوئے، ساتھ ہی اس کے ماتھے پر ایک سوراخ بن گیا تھا اور پھر اس کا لمبا چوڑا جسم پیچھے کی طرف جا پڑا۔ ڈاکا نے پلٹ کر دیکھا ڈاکٹر زورا نے پھونک مار کر ریوالور کی نال سے دھواں ہٹایا۔ پھر بولا "دیکھ لیا تم نے۔ آخر انہوں نے مجھے تلاش کر ہی لیا۔"

"لیکن یہ وہ نہیں تھا۔" ڈاکا نروس ہو کر بولا۔

"وہ نہیں تھا تو وہ ریوالور کیوں لیے ہوئے تھا۔ تمھیں میرا احسان مند ہونا چاہیے ڈاکا صاحب! کیونکہ میں نے تمھیں بچا دیا اگر میں گولی نہ چلاتا تو وہ تمھیں قتل کر دیتا۔"

"وہ مجھے یا تمھیں قتل کرنے نہیں آیا تھا۔" ڈاکا نے کہا۔

"پھر کیوں آیا تھا؟"

"اگر میں اکیلا ہوتا تو شاید وہ میری پٹائی کر کے چلا جاتا۔"

"کیا تم اُس آدمی کو جانتے ہو۔"

"ویسے تو میں اسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ مگر میں اسے جانتا ہوں۔"

"کیسے؟"

"اس کے ماتھے پر زخم کا نشان بتا رہا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے میری پہلی کلائنٹ اور اس کی لڑکی کو مار کر زخمی کر دیا ہے۔"

"تو وہ یہاں کیوں آیا تھا؟"

"وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کیس پر کام کروں۔"

"اچھا خیر، باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔ پہلے اس لاش کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کرو۔"

ڈاکا نے حیرت سے کہا "ٹھکانے لگانے سے تمھاری کیا مراد ہے۔"

"کیا تم لاش کو اپنے کپڑوں کی الماری میں چھپا کر رکھنا چاہتے ہو۔"

"لاش مجھے پولیس کے حوالے کرنی ہوگی۔"

"نہیں۔" ڈاکٹر زورا بولا۔

"نہیں، کیوں؟"

"اس طرح بات اخباروں تک پہنچ جائے گی، اخباروں میں میرا نام بھی چھپے گا اس طرح میرے دشمنوں کو میرا پتا چل جائے گا۔"

"تو پھر ہم لاش کا کیا کریں؟"

"ہم اسے پتھر سے باندھ کر دریا میں ڈبو سکتے ہیں۔"

"اچھا خیر، پہلے میں اس کو اندر کھینچتا ہوں۔ اس کے بعد ہم سوچیں گے کہ لاش کا کیا کریں۔" یہ کہہ کر ڈاکا نے لاش اندر کھینچ لی۔ باہر فرش پر خون کا داغ پڑ گیا تھا وہ بھی صاف کر دیا گیا۔ اس کے بعد دروازہ بند کر کے ڈاکا نے کپڑوں کی تلاشی لی، اُس کی جیب میں ڈرائیونگ لائسنس تھا جس کے مطابق اُس کا نام اقبال تھا۔ تقریباً سات سو روپے کے نوٹ تھے اور کچھ مختلف چیزیں تھیں۔ ساری چیزیں دیکھنے کے بعد ڈاکا نے کہا "ہمیں اس شخص کے بارے میں معلوم کرنا ہوگا۔"

"پہلے اس کی لاش ٹھکانے لگا دو۔"

"ڈاکٹر زورا شاید آپ کو قانون نہیں معلوم کہ کسی کی لاش کو چھپانا جرم ہے۔"

"قتل کرنا بھی تو جرم ہے۔ کیا تم مجھے اس کو قتل کرنے کے جرم میں پھنسانا چاہتے ہو۔"

"تم نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے گولی چلائی تھی۔ میں اس کا گواہ ہوں۔"

"لیکن پولیس کو خبر دینے سے بات بڑھتی چلی جائے گی۔"

"وہ تو مجبوری ہے۔"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

پھر کیا کریں؟"

"مجھے کیا معلوم۔ آپ بتلائیے۔ میں صرف آپ کا باڈی گارڈ ہوں۔ اسکیمیں سوچنے کے معاملے میں میری عقل بہت موٹی ثابت ہوتی ہے۔"

زورا کچھ دیر سوچتا رہا۔ "اس آدمی سے تمھارا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔"

"نہیں"

"اس صورت میں اگر دو چار دن بعد ایک لاوارث لاش پولیس کو ملے تو وہ اس کا تعلق تم سے نہیں جوڑ سکتی۔"

"نہیں۔"

"تو پھر ہم ایسا کرتے ہیں تغلق آباد کے پرانے قلعہ میں جا کر کہیں جھاڑیوں میں یا کسی سرنگ میں اس لاش کو پھینک دیتے ہیں۔ رات کو وہاں کوئی نہیں ہوتا۔"

مگر اس کے ماتھے پر گولی کا سوراخ ہے اور گولی تمھارے ریوالور سے چلی ہے۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں، اس شہر میں ہزاروں ریوالور ہیں۔ پولیس سب کے ریوالور چیک نہیں کرتی۔"

"آل رائٹ ڈاکٹر میں آپ کی اس تجویز سے بھی اتفاق کرتا ہوں کیونکہ دس ہزار روپے میری جیب میں آچکے ہیں اور گولی میں نے نہیں چلائی۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ رات کو ہم اس کو لے چلیں گے۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ وقت گزارنے کے لیے آؤ وہسکی پیتے ہیں۔"

"اگر ہم نے وہسکی پی تو ایسا نہ ہو کہ لاش ہم دونوں کو تغلق آباد کے کھنڈرات میں پھینک کر آجائے۔"

"تمھارا سینس آف ہیومر بہت گھٹیا ہے مسٹر ڈاکا۔"

"جی ہاں۔ میں اپنی اس کمزوری سے واقف ہوں۔ اس لیے مذاق بہت کم کرتا ہوں۔"

ڈاکٹر زورا کچھ جواب دیے بغیر وہسکی کی بوتل اٹھا لایا۔ ڈاکا نے فریج سے اپنے لیے بیئر نکال لی۔

اندھیرا چاروں طرف چھا گیا تو ڈاکا نے کہا "اب چلیں؟"

"ہاں چلو۔ تم اپنی کار عمارت کے گیٹ پر لاؤ۔ میں لاش پر وہسکی چھڑک کر اسے تیار کرتا ہوں۔"

ڈاکا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس نے دیکھا ڈاکٹر زورا نے ماتھے کا زخم چھپانے کے لیے لاش کے سر پر پٹی باندھ دی تھی اور شراب سے اس کا اگلا حصہ تر کر دیا تھا۔ اب اسے دیکھ کر واقعی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مرا نہ ہو بلکہ شراب کے نشے میں بے ہوش پڑا ہو۔"

دونوں نے لاش اٹھا کر اس کے بازو اپنے کندھوں پر رکھ لیے اور اس کو آدھا لٹکائے آدھا گھسیٹتے ہوئے نیچے لے آئے۔ اتفاق سے لفٹ میں کوئی نہیں ملا۔ باہر بھی کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ دونوں نے مردہ شخص کو کار کی پچھلی سیٹ پر اس طرح رکھ دیا کہ دیکھنے والے کو محسوس ہو کہ وہ بیٹھا ہے۔ ڈاکا نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "آپ پیچھے بیٹھیے ڈاکٹر زورا تاکہ آپ لاش کو سنبھالے رہیں۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔"

"لاشوں سے ڈر نہیں لگتا؟" ڈاکا نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"مرے ہوئے لوگوں سے کیا ڈرنا۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کا مردوں سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا ہے۔"

"صرف مردہ جانوروں سے جن پر میں تجربات کرتا رہا ہوں۔ کبھی کسی انسان پر تجربہ نہیں کیا؟"

"انسانوں پر کسی نئی دوا کا تجربہ اس وقت کیا جاتا ہے جب یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس دوا سے آدمی مرے گا نہیں۔"

ڈاکا نے کچھ دور جا کر گاڑی موڑتے ہوئے کہا "میں آپ کے ایک فن کی تعریف کرنا بھول گیا ڈاکٹر زورا۔"

"کس فن کی؟"

"آپ کے نشانے کی۔"

"میرا نشانہ بہت اچھا نہیں۔"

"مگر جس طرح آپ نے اس شخص پر گولی چلائی تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بہترین نشانہ باز ہیں۔ میں آپ کے اور اس شخص کے درمیان کھڑا تھا۔ وہ گولی میرے بھی لگ سکتی تھی۔ مگر نشانہ سچا تھا اس لیے گولی وہیں لگی جہاں آپ مارنا چاہتے تھے۔"

"میں کچھ دن نشانے کی مشق کرتا رہا ہوں۔ ویسے بھی مجھے خوشی ہے کہ میرا نشانہ صحیح لگا۔ اس طرح میں نے تمھیں مرنے سے بچا لیا۔"

آخر وہ تغلق آباد پہنچ گئے۔ یہاں چاروں طرف گہرا اندھیرا اور سناٹا تھا۔ اس لیے بغیر کسی دشواری کے انھوں نے لاش کار سے نکالی۔ کھنڈرات میں لے گئے اور ایک جگہ جھاڑیوں کے درمیان لاش ڈال کر واپس آگئے۔ ڈاکا نے ریوالور بھی لاش کی جیب میں رکھ دیا تھا اور اس کے کاغذات بھی۔ اندھیرے میں واپس چلتے ہوئے ڈاکا نے پتھروں پر چاک سے تیر کے نشان بنا دیے جنھیں ڈاکٹر زورا نہیں دیکھ سکا تھا۔ گیارہ بجے وہ لوگ واپس شہر پہنچ گئے۔

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

شہر کے ایک بارونق بازار سے گزرتے ہوئے ڈاکا بولا۔
"کیا خیال ہے کھانا کھاتے چلیں۔"
"کسی ہوٹل میں۔"
"جی ہاں ہوٹل میں کھانا پڑے گا کیونکہ آس پاس میری موسی کا گھر نہیں ہے۔"
"ہوٹل میں میرے پہچانے جانے کا خطرہ ہے۔"
"میں ایک ایسے ہوٹل کو جانتا ہوں جس میں کیبن بنے ہوئے ہیں۔ ہم کیبن میں پردہ نشین عورتوں کی طرح بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں۔"
"آل رائٹ چلو۔"
ڈاکا نے دس منٹ بعد ایک ریستوران کے سامنے کار روک دی۔ اس ریستوران میں کیبن بنے ہوئے تھے، جن پر پردے بھی پڑے ہوئے تھے اور یہاں کے بیرے بھی ڈاکا کو جانتے تھے
اندر داخل ہو کر ڈاکا نے ایک بیرے سے پوچھا۔ "کوئی کیبن خالی ہے؟"
"یس سر نمبر تھری خالی ہے۔"
وہ تین نمبر کیبن میں جا کر بیٹھ گئے۔ بیرا آیا، ڈاکا نے ڈاکٹر زورا کے مشورے سے آرڈر دے دیا۔ بیرا چلا گیا تو ڈاکا نے کہا۔
"میں ذرا ہاتھ دھو کر آتا ہوں، مُردے کو چھو کر ہاتھ منہ ضرور دھو لینا چاہیے۔"
"ہاتھ منہ تو میں بھی دھونا چاہوں گا بلکہ ہمیں یہاں کھانا کھانے کی بجائے گھر میں ہی جانا چاہیے تھا۔ نہا دھو کر کچھ کھانا چاہیے تھا۔"
"اب تو آرڈر دے دیا ہے مجبوری ہے۔ پہلے میں ہاتھ منہ دھو کر آتا ہوں اس کے بعد آپ چلے جائیں۔"
"دونوں ساتھ چلتے ہیں۔"
"کوئی تیسرا شخص آ کر کیبن پر قبضہ کرے گا تو آپ کو کھلے ہال میں بیٹھنا پڑے گا۔"
"آل رائٹ جاؤ، پہلے تم چلے جاؤ۔"
ڈاکا اُٹھ کر باتھ رُوم گیا۔ جلدی جلدی اس نے مُنہ ہاتھ دھویا پھر باتھ روم سے نکل کر قریب ہی لگے ہوئے پبلک فون بوتھ میں گھس گیا۔ زاہد کا نمبر ملا کر اُس نے سکّہ ڈالا اور بولا۔ "باس میں ڈاکا بول رہا ہوں۔"
"تم کہاں ہو؟" زاہد نے کہا۔ "میں شام سے دو بار فون کر چکا ہوں۔"
"میں ایک لاش کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔"
"لاش!" زاہد حیرت سے بولا۔ "کس کی لاش؟"
"یہ وہی شخص تھا جس نے سُنیتا اور اُس کی لڑکی کی دُرگت بنائی تھی۔"
"تو اُس کی لاش تمھیں کہاں مل گئی؟"
"میرے اپنے فلیٹ پر۔"
"تمھارا مطلب ہے لاش خود چل کر تمھارے فلیٹ پر آئی تھی۔"
"جب وہ آیا تھا تو زندہ تھا۔ ریوالور لیے ہوئے تھا۔"
"تم نے اپنی جان بچانے کے لیے اُس کو گولی مار دی۔"
"میں نے نہیں۔ گولی میرے کلائنٹ نمبر دو نے ماری ہے۔ وہ سمجھا کہ مرنے والا اس کو قتل کرنے آیا ہے۔"
"تو اس صورت میں تمھیں اُس کی لاش پولیس کے حوالے کرنا چاہیے تھی۔"
"میں یہی چاہتا تھا مگر ڈاکٹر زورا نے یہ مُناسب نہیں سمجھا۔"
"کیوں؟"
"اسے ڈر تھا کہ خبر اخباروں میں چھپے گی تو اُس کے دُشمنوں کو پتا چل جائے گا کہ وہ کہاں چھُپا ہوا ہے۔"
"مگر احمق آدمی تم تو جانتے ہو لاش کو اس طرح چھُپانا قانوناً جُرم ہے۔"
"جی ہاں معلوم ہے۔ مگر میں نے قتل نہیں کیا۔ ڈاکٹر زورا نے اپنی جان بچانے کے لیے گولی چلائی تھی۔ اس کے علاوہ اُس نے مجھے دس ہزار روپے صرف اس لیے دیے تھے کہ میں لاش کے بارے میں پولیس کو اطلاع نہ دوں۔"
"ڈاکا کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟" زاہد غصّے سے بولا۔
"باس! اگر میں پاگل ہوتا تو آپ کو فون کر کے سب کچھ کیوں بتاتا۔ دس ہزار کے لالچ میں لوگ کیا نہیں کر دیتے۔ میں نے صرف ایک لاش چھپانے میں ڈاکٹر زورا کی مدد کی ہے اور اب آپ کو فون اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ اُس لاش کے بارے میں تغلق آباد کی پولیس کو بتا دیں۔ لاش کے آس پاس دو پتھروں پر میں نے چاک سے تیر کے نشان بنا دیے ہیں، اس طرح پولیس آسانی سے لاش کو تلاش کر لے گی۔"
"تم بھی عجیب آدمی ہو، ایک طرف لاش چھپانے میں مدد کرتے ہو اور دوسری طرف چاہتے ہو کہ پولیس لاش حاصل کر لے۔"
"اس لیے کہ میں مرنے والے کے بارے میں تفصیلی حالات جاننا چاہتا ہوں۔ وہ راول کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس کے تمام کاغذات اس کی جیب میں ہیں۔"
"لاش ملی تو صبح کو اخبارات میں خبر چھپے گی۔"
"نہیں خبر نہیں چھپنی چاہیے باس، ورنہ میرا کلائنٹ ناراض ہو جائے گا۔"
چند لمحوں کی خاموشی کے بعد زاہد نے سوال کیا۔ "وہ ہتھیار کہاں ہے جس سے اُس آدمی کو مارا گیا ہے؟"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

"ڈاکٹر زورا کے پاس یہ حقیقت ہے کہ اُس نے مجھے پہچاننے کے لیے گولی چلائی تھی۔ مرنے والے کے ڈرائیونگ لائسنس کی رُو سے اس کا نام اقبال ہے۔ اس کے گھنٹی بجانے پر میں نے دروازہ کھولا تو اُس نے اپنا ریوالور میرے سینے پر رکھ دیا۔ ڈاکٹر زورا میرے پیچھے کھڑا تھا۔ اُس نے سمجھا کہ شاید وہ مجھ پر گولی چلانا چاہتا ہے۔ اس لیے اُس نے پہلے گولی چلا دی۔ اُس کی گولی اقبال کے ماتھے پر لگی اور وہ ڈھیر ہو گیا۔"

"کیا تمھیں یقین ہے یہ راول کا وہی آدمی تھا جس نے لڑکی کو مارا تھا؟"

"جی ہاں۔ سُنیتا اور اُس کی لڑکی نے حملہ آور کا جو حُلیہ بتایا تھا وہ اس سے ملتا ہے۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد زاہد نے کہا "ڈاکا، میں تمھارے اس کلائنٹ ڈاکٹر زورا کو نہیں سمجھ سکا۔"

"اس کو تو میں بھی نہیں سمجھ سکا۔ لاش کو پولیس کے حوالے نہ کرنے کے لیے جس طرح اُس نے ضد کی وہ عجیب بات تھی۔ پھر اس کا نشانہ واقعی قابلِ تعریف تھا۔"

"تم نے اُس کے بارے میں چھان بین کی ہوتی۔"

"کس طرح؟"

"اُس کا نام پتا معلوم کر کے تحقیق کرو کہ واقعی وہ سائنس داں ہے یا نہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ آپ صبح کا ناشتا میرے یہاں کریں۔"

"کیوں؟"

"تاکہ میں آپ کو ڈاکٹر زورا سے ملوا دوں، اس سے مل کر آپ اُس کے کیرکٹر کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے صبح آجاؤں گا۔"

"تو آپ پولیس کو ابھی فون کر کے لاش کے بارے میں بتا دیں۔ مگر اس لاش کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم فون کہاں سے کر رہے ہو؟"

"فلورا ریستوران سے۔ ڈاکٹر زورا کیبن نمبر تین میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے اس لیے اب میں چلتا ہوں۔"

"اوکے۔" زاہد نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

●●

ڈاکا واپس آیا تو ڈاکٹر زورا بولا "بہت دیر لگا دی تم نے!"

"سوری۔ ذرا پیٹ میں گڑبڑ تھی۔ خود کو کھانا کھانے کے لیے پوری طرح تیار کر کے آیا ہوں۔"

"ہاں، اب آپ جائیے۔"

ڈاکٹر زورا چلا گیا۔ اس کے پیچھے بیرا ان کا کھانا لے کر آگیا اور میز پر سجا کر چلا گیا۔ ڈاکٹر زورا پانچ منٹ میں ہی واپس آگیا۔ کھانا دونوں نے خاموشی سے کھایا پھر کافی آگئی تو ڈاکا بولا "تغلق آباد کے کھنڈروں میں لوگ پکنک منانے آتے رہتے ہیں۔ اگر کسی کی نظر لاش پر پڑ گئی تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔"

"کیا گڑبڑ ہو جائے گا؟ لاش اب پولیس کو مل بھی جائے گی تو پولیس ہمارے خلاف کوئی بھی نشان نہ ہونے کی وجہ سے ہم پر کیسے شک کر سکتی ہے۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔ لیکن اگر پولیس کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ راول کا ساتھی تھا تو پولیس مجھ پر شک کرے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دونوں کسی آفت میں پھنس جائیں اور اپنی بے گناہی کا ثبوت ڈھونڈتے پھریں۔"

"شاید تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔" ڈاکٹر زورا نے کہا "مگر مسٹر ڈاکا ہم بھی تو ایک دوسرے کی بے گناہی کی شہادت دے سکتے ہیں یعنی ہم کہہ دیں گے کہ ہم نے اس شخص کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ پھر ایک لمحے کے لیے رُک کر بولا "مگر یہ راول کون ہے؟"

"ایک بدمعاش ہے جو میرے کلائنٹ کا مال چھیننا چاہتا ہے مجھے اسی کی تلاش ہے۔" ڈاکا نے کہا۔

"تم کسی کو کیسے تلاش کر سکتے ہو؟"

"یہ جاسوسی کا سیکرٹ ہے جو میں فری نہیں بتا سکتا۔ ویسے کل میں چندی گڑھ جاؤں گا۔ آپ میرے ساتھ چلنا چاہیں گے یا فلیٹ پر رہیں گے۔"

"چندی گڑھ کیوں جاؤ گے؟"

"وہاں راول کا ایک پُرانا ساتھی ہے۔ میں اُس سے مل کر راول کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

ڈاکٹر کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا "یہ بات ہے تو میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔ یہاں اکیلے کیا کروں گا۔"

"گورنمنٹ سے آپ کے سودے کا فیصلہ کب ہو گا؟"

"میں نے آج فون کیا تھا۔ اس ہفتے کے آخر تک فیصلہ ہو جائے گا۔"

کافی ختم ہو چکی تھی اس لیے ڈاکا نے اُٹھتے ہوئے کہا "چلو، اب واپس چلتے ہیں۔" ڈاکٹر زورا نے بل ادا کیا اور دونوں واپس چل دیے۔

●●

صبح کو زاہد آیا۔ گھنٹی کی آواز سُن کر ڈاکٹر زورا نے چونک کر کہا۔ "کون آگیا؟"

"پلیز ڈاکٹر زورا ریوالور مت نکالنا۔" ڈاکا بولا "میرے ڈیڈی آئے ہیں۔"

"تمھارے ڈیڈی۔ تمھیں کیسے پتا چلا؟"

"وہ گھنٹی اسی طرح بجاتے ہیں۔" یہ کہہ کر ڈاگا نے جا کر دروازہ کھولا اور زاہد کے ساتھ اندر آ کر اس نے کہا "ڈاکٹر زورا، ان سے ملیے۔ یہ میرے ڈیڈی کرنل زاہد ہیں۔"

ڈاکٹر زورا حیرت سے بولا "کرنل زاہد تمھارے ڈیڈی کیسے ہو سکتے ہیں؟"

"یہ میرے مُنہ بولے ڈیڈی ہیں۔"

زورا نے زاہد سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر زاہد۔"

زاہد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "مجھے ڈاگا نے بتایا تھا کہ آپ سائنس داں ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"کیا آپ دہلی کے رہنے والے نہیں ہیں۔"

"جی نہیں، میں کلکتہ کا رہنے والا ہوں۔"

"کلکتہ میں کہاں رہتے ہیں؟"

"نمبر ۶ چورنگی پر میری کوٹھی ہے، پچھلے چھ مہینے سے کچھ بدمعاش میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس لیے چھپا پھر رہا ہوں۔"

"کیا آپ ان بدمعاشوں کو جانتے ہیں؟"

"دو ایک کو صورت سے پہچانتا ہوں۔"

"وہ آپ کا فارمولا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"بدمعاش اُس فارمولے کا کیا کریں گے۔ اس طرح کے فارمولے تو دوائیں بنانے والی کمپنی خریدا کرتی ہے۔"

"وہ بدمعاش دوائیں تیار کرنے والی کمپنیوں نے ہی میرے پیچھے لگا رکھے ہیں میری دوا تیار کر کے کمپنی کروڑوں روپیہ کما سکتی ہے۔"

"کیا یہاں دہلی آ کر بھی کوئی حملہ ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں۔ مسٹر ڈاگا سے ملاقات سے پہلے مجھے اغوا کرنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔"

"ڈاگا کے فلیٹ پر آنے کے بعد تو آپ پر کوئی حملہ نہیں ہوا؟"

"جی نہیں۔"

"پھر تو یہ عجیب بات ہے" زاہد نے کہا "وہ لوگ اگر آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کر چکے ہیں تو ان کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ آپ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے وہ اگلے حملے کی پلاننگ کر رہے ہوں۔ مسٹر ڈاگا کافی مشہور پرائیویٹ جاسوس ہیں۔ اس لیے اب وہ حملہ کریں گے تو بہت سوچ سمجھ کر ہی کریں گے۔"

"کیا آپ کو یہ بھی ڈر ہے کہ وہ آپ کو قتل کر دیں گے؟"

"جی ہاں۔ میں مسٹر ڈاگا کو بتا چکا ہوں کہ ایک ساتھ دو مخالف پارٹیاں میرے پیچھے لگی ہیں۔ دونوں پارٹیاں الگ الگ یہ چاہتی ہیں کہ یہ فارمولا اُس کو ملے، ورنہ کسی کو نہ ملے۔ یعنی ناکامی کی صورت میں اُن میں سے ہر پارٹی مجھے قتل کر دینا مناسب سمجھے گی۔"

"پھر تو آپ کی زندگی واقعی خطرے میں ہے۔"

"جی ہاں، مگر یہ خطرہ صرف آٹھ دس دن کا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آٹھ دس دن میں میرے فارمولے کا سودا ہو جائے گا۔ اُس کے بعد مجھے قتل کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

"آپ کا کیس کافی دلچسپ ہے ڈاکٹر زورا اور آپ نے ڈاگا کی خدمات حاصل کر کے بالکل صحیح کیا۔" باتوں میں ناشتا ختم ہو گیا تو زاہد نے کہا "آج تمھارا کیا پروگرام ہے۔"

"ہم لوگ ابھی چندی گڑھ جا رہے ہیں۔"

"مسٹر ڈاگا کیا آپ اپنا پروگرام بدل نہیں سکتے؟"

"چندی گڑھ جانے کا پروگرام؟" ڈاگا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیوں؟ آپ میرا پروگرام کیوں بدلوانا چاہتے ہیں؟"

"آج دوپہر میں ایک فون کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"آل رائٹ، ہم کل چندی گڑھ چلے چلیں گے۔"

"تھینکس۔"

زاہد نے اٹھتے ہوئے کہا "اچھا ڈاگا اب میں چلتا ہوں۔ اگر تم آج چندی گڑھ نہیں جا رہے ہو تو رات کو ڈاکٹر زورا کو لے کر ہمارے یہاں آؤ۔"

"اچھی بات ہے رات کو ہم آپ کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔"

زاہد چل دیا تو ڈاگا اُس کو چھوڑنے باہر تک آیا۔ دروازے سے باہر آ کر ڈاگا نے پوچھا "آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر زورا کے بارے میں؟"

"اُس نے کلکتہ کا جو پتا بتایا ہے اُس پر چیک کر کے دیکھتا ہوں۔ ویسے اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ بہت چالاک شخص ہے۔"

"عجیب بات ہے اس نے آپ کو کل کے حادثے کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"مجھے وہ کیوں بتاتا۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ کل کا حادثہ تمھارا اور اس کا سیکرٹ ہے۔"

"تو پھر آج آپ اس کے بارے میں چیکنگ کریں گے۔"

"ہاں۔ پتا نہیں کیوں اُس سے مل کر مجھے اپنے ذہن میں کسی جگہ کھٹک سی محسوس ہو رہی ہے۔"

"یعنی آپ کو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ اس کو جانتے ہیں۔"

"کچھ گڑبڑ سی لگتی ضرور ہے۔ لیکن کیا گڑبڑ ہے وہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ میری شکی طبیعت کی وجہ سے ہو یا اُس کی باتوں کا اثر ہو۔"

"کیا آپ نے لاش کے بارے میں پولیس کو اطلاع کر دی تھی؟"

"ہاں لاش پولیس کو مل گئی اور اُس کی انگلیوں کے نشانات تمام بڑے بڑے شہروں کو بھیج دیے گئے ہیں۔"

"اور وہ آپ کے کیس کا کیا رہا۔ آپ کہہ رہے تھے آپ کو کسی اسمگلر کی تلاش تھی۔"

"سی۔ بی۔ آئی کی رپورٹ کے مطابق کئی ارب روپے کی ہیروئن ہانگ کانگ سے چل چکی ہے یا ہندوستان پہنچ چکی ہے اطلاع کے مطابق وہ ہیروئن دہلی میں کسی کو دی جائے گی۔ لیکن یہ پتا نہیں کہ کس کے پاس آئے گی اور کس کو دی جائے گی۔ پولیس تمام اسمگلنگ کرنے والوں کی نگرانی کر رہی ہے۔"

"اور جاوید کیا کر رہا ہے؟"

"جاوید ایک شریف اسمگلر کی نگرانی کر رہا ہے جس کے بارے میں کوئی شک بھی نہیں کر سکتا کہ وہ بھی اسمگلر ہو سکتا ہے۔"

"لیکن آپ جانتے ہیں اُسے؟"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک ڈپلومیٹ ہے۔ ایک بار میں نے انڈونیشیا میں اس کو ایک بہت بڑے اسمگلر کے ساتھ دیکھا تھا۔ جب سے مجھے شک ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسمگلنگ سے اس کا تعلق ضرور ہے۔"

"ہیروئین تو ایک بریف کیس میں بھی کروڑوں روپے کی آ سکتی ہے۔"

"ہاں، اسی لیے تو اُس کی اسمگلنگ آسان ہے۔ لوگ تو اس کے چھوٹے چھوٹے پیکٹ کپڑوں میں سلوا کر لے آتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے پھر رات کو آپ سے ملاقات ہو گی۔"

"ہاں، اچھا اب میں چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر زاہد چلا گیا۔

ڈاکا نے واپس آ کر ڈاکٹر زور اسے کہا "میں ذرا اپنی کلائنٹ کو دیکھنے ہسپتال جا رہا ہوں۔"

"چلے جاؤ۔ میں تو آج یہیں رہ کر فون کا انتظار کروں گا۔"

دونوں ماں بیٹیاں ہسپتال میں تھیں اور اب ان کی حالت بھی پہلے سے اچھی تھی۔ ڈاکا بہت دیر تک سنیتا سے سلیمان کے بارے میں معلوم کرتا رہا۔ پنکی نے اپنی ماں کو سارے حالات بتا دیے تھے، باتوں کے دوران سنیتا بولی "مسٹر ڈاکا یہ شک تو مجھے بھی ہے کہ میرے شوہر نے اپنی جرائم پیشہ زندگی کے دوران چرایا ہوا روپیہ کہیں چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ لیکن وہ کتنا روپیہ ہے اور کہاں چھپا ہوا ہے؟ یہ مجھے بالکل نہیں معلوم۔ جب سے پنکی پر حملہ ہوا ہے میں مسلسل سوچ رہی ہوں، مگر مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ میرے شوہر نے اس روپے کے بارے میں کبھی اشاروں میں بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ بس وہ یہ کہتے رہتے تھے کہ مجھے اپنے بڑھاپے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب اس آدمی کے حملہ کرنے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ روپیہ تو ہے مگر کہاں ہے؟ یہ راز مرنے والا اپنے ساتھ ہی لے گیا میں اب سوچ رہی ہوں، جو روپیہ ہمیں نہیں مل سکتا اس کے لیے ہم اپنی زندگی خطرے میں کیوں ڈالیں؟"

"خطرہ کیا ہے؟"

"پنکی نے آپ کو بتایا ہو گا، وہ کیا پیغام چھوڑ گیا ہے؟"

"جی ہاں، اس نے کہا ہے کہ آپ میری مدد نہ لیں۔"

"ہاں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اب آپ اس کیس سے دلچسپی نہ لیں دوسرے ہمارے پاس آپ کی فیس دینے کے لیے روپیہ بھی نہیں۔"

"فیس میں نے آپ سے نقد کبھی نہیں مانگی۔" ڈاکا نے جواب دیا "اس کے ساتھ ہی آپ کے لیے ایک خوشخبری بھی ہے۔"

"کیا؟"

"جو بدمعاش آپ کا پیچھا کرتا رہا ہے اور جس نے آپ کو اور پنکی کو زخمی کیا ہے وہ مارا گیا۔"

"مارا گیا؟" سنیتا حیرت سے بولی۔

"جی ہاں، ایک ایکسیڈنٹ میں رات مارا گیا، صبح میں نے اس کی لاش دیکھی ہے اس لیے اب ہمیں صرف راول سے نبٹنا رہ گیا ہے، آپ کو اب خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، راول ہسپتال میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر یہ کہ اتنی بڑی رقم کو نظر انداز کر دینا غلطی ہے جو واقعی آپ کے بڑھاپے میں کام آ سکتی ہے خاص طور پر اس صورت میں جب کہ آپ کے شوہر کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔"

سنیتا چند لمحے سوچتی رہی، پھر بولی "شاید آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اگر وہ کچھ روپیہ چھوڑ گئے ہیں تو واقعی ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ میں اپنی کوشش جاری رکھتا ہوں۔ اور اب میں چلوں گا اگر آپ کسی وقت میری ضرورت محسوس کریں تو نرس سے مجھے فون کرا دیں۔"

"بہت اچھا۔" سنیتا نے جواب دیا اور ڈاکا واپس چل دیا۔

بارہ بجے ڈاکا واپس آیا تو ایک عجیب منظر اس کا انتظار کر رہا

تھا۔ کمرے کا تالا اس طرح ٹوٹا ہوا تھا جیسے گولی مار کر توڑا گیا ہو۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی فوراً ہی ڈاکٹر زورا کی آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟"

"میں ڈاگا ہوں ــــ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"پہلے یہ بتاؤ آج صبح تم سے ملنے کون آیا تھا؟"

اس کا مطلب تھا زورا نے اس کی آواز پر بھروسہ نہیں کیا تھا وہ یقین کر لینا چاہتا تھا کہ دروازہ کھلوانے والا واقعی ڈاگا ہے یا نہیں۔ ڈاگا نے جواب میں کہا۔ "صبح مجھ سے زاہد صاحب ملنے آئے تھے ناشتہ ہم نے ساتھ کیا تھا۔" "ٹھیک ہے میں کھولتا ہوں۔"

کچھ کرسیاں ایک میز سرکنے کی آوازیں آئیں، پھر دروازہ کھلا ڈاگا نے دیکھا کہ تالا ٹوٹنے کی وجہ سے ڈاکٹر زورا نے دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے میز رکھ کر کرسیاں لگا دی تھیں۔ اس کی کلائی پر سفید پٹی بندھی تھی۔

0304-5503086

"کیا ہوا؟" ڈاگا نے حیرت سے پوچھا۔

"آخر انہوں نے مجھے یہاں بھی تلاش کر لیا۔"

"کیسے؟"

"یہ مجھے کیا معلوم۔ میں اپنے کمرے میں تھا کہ میں نے ہلکے سے دھماکہ کی آواز سنی جیسے سائلنسر چڑھا ریوالور چلایا گیا ہو۔ میں جلدی سے باہر نکلا تو دیکھا دروازے میں ایک شخص کھڑا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی گولی چلا دی۔ میں نے اس کو دیکھتے ہی خود کو نیچے گرا دیا تھا۔ اس کی گولی میری کلائی کو صرف چھوتی ہوئی گزری ہے اور سامنے دیوار میں جا لگی ہے۔ وہ گولی چلاتے ہی بھاگ گیا۔ اس کا مطلب ہے اب میں یہاں بھی محفوظ نہیں۔"

ڈاگا کچھ کہے بغیر پہلے دروازے کے قریب گیا اور تالے کو دیکھتا رہا پھر اس نے دیوار میں گھسی ہوئی گولی نکالی۔ گولی اعشاریہ ۲۵ کے پستول کی معلوم ہوتی تھی۔ پھر اس نے فون پر جا کر ایک نمبر گھمایا۔ جواب ملنے پر اس نے کہا۔ "میرے دروازے کا تالا کسی نے گولی مار کر توڑ دیا ہے۔ پلیز کسی آدمی کو فوراً بھیج دیجیے میں ایک گھنٹہ کے اندر اندر نیا تالا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اندر سے دروازے میں لگنے والی چٹخنی بھی چاہتا ہوں اور دروازے میں باہر کا منظر دکھانے والا لینز بھی لگایا جائے جسے اسپائی آئی کہا جاتا ہے۔" فون کا ریسیور رکھنے کے بعد ڈاگا نے ڈاکٹر زورا سے کہا۔ "شکر ہے کہ آپ بچ گئے۔ کیا آپ نے اس آدمی کو اس سے پہلے بھی کبھی دیکھا تھا؟"

"نہیں۔"

"تو کیا ضروری ہے وہ آپ کو قتل کرنے ہی آیا ہو، ہو سکتا ہے وہ مجھے مارنے آیا ہو۔"

"نہیں مجھے یقین ہے وہ مجھے ہی مارنے آیا تھا کیونکہ اس نے مجھے دیکھ کر گولی چلائی تھی۔"

"اور وہ گولی چلاتے ہی بھاگ گیا۔"

"ہاں ــــ شاید اس لیے کہ اس نے مجھے گرتے گرتے ریوالور نکالتے دیکھ لیا تھا۔"

"اس کا حلیہ کیا تھا؟"

"چھوٹے قد کا آدمی تھا۔ رنگ کالا تھا۔ سر گنجا تھا وہ سوٹ پہنے ہوئے تھا۔"

"خیر اب فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تالا ابھی آدھے گھنٹے میں بدل جائے گا۔ اس بار میں نے اندر سے چٹخنی لگانے کے لیے کہہ دیا ہے اور دروازے میں اسپائی ہول بھی لگ جائے گا تاکہ گھنٹی بجانے والے کو اندر سے دیکھا جا سکے۔"

"یہ کام آپ کو بہت پہلے کر لینے چاہیے تھے۔"

"میں نے اپنی موت کی کبھی پروا نہیں۔" ڈاگا نے کاندھا اچکا کر کہا۔ ڈاکٹر زورا نے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جب تک مرمت کرنے والا نہیں آتا دروازہ بند کر کے میز لگا دیجیے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ اب ہم دو ہیں۔ آپ کو ڈر لگ رہا ہو تو اپنے کمرے میں جا کر اندر سے دروازہ بند کر لیجیے۔"

ڈاکٹر زورا کچھ کہے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

پندرہ بیس منٹ بعد ہی دو مستری آ گئے۔ اور ایک گھنٹہ میں ہی انہوں نے سب چیزیں لگا دیں۔ ڈاگا نے ان کی مزدوری دی اور وہ چلے گئے۔ ساڑھے تین بجے کے قریب فون کی گھنٹی بجی۔ ڈاگا نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے زاہد کی آواز سنائی دی۔ "ڈاگا ــ زاہد اسپیکنگ۔"

"آپ نے ٹھیک وقت پر ٹیلیفون کیا۔ میں آپ کو فون کرنے یا کوٹھی پر آنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"کیا ہوا۔ کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں۔ آج صبح ہی آپ نے باتوں میں ڈاکٹر زورا سے کہا تھا کہ یہ عجیب بات ہے کہ ان کے دشمنوں نے ان پر دوبارہ حملہ نہیں کیا اور آج ہی حملہ ہو گیا۔"

"کیا ڈاکٹر زورا کو قتل کر دیا گیا؟"

"نہیں وہ بچ گیا۔ قاتل نے ریوالور سے میرے باہر کے دروازے کا تالا توڑا پھر زورا پر گولی چلائی۔"

"تم اس وقت کہاں تھے؟"

"میں سنیتا سے ملنے گیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے حملہ تمہارے پیچھے ہوا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"یہ دلچسپ بات ہے، ایسا لگتا ہے قاتل ہماری باتیں سن

ہی رہے تھے۔"

"مجھے خود یہ بات عجیب لگی۔"

"میں نے اس دوران وائرلیس پر کلکتہ چورنگی پولیس ہیڈکوارٹر سے بات کی تھی۔"

"پھر کیا معلوم ہوا؟"

"یہ بات تو وہ ٹھیک کہتا ہے کہ وہ کافی مشہور سائنس دان ہے۔ مقامی پولیس نے بتایا کہ ڈاکٹر زورا کی ذاتی لیبارٹری ہے لیکن گورنمنٹ کے حلقوں میں بھی اس کی بڑی عزت ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ فارمولے کے بارے میں سچ بول رہا ہے۔"

"حالات سے تو پتا چلتا ہے۔ مگر پتا نہیں کیوں میرے تحت الشعور میں ابھی تک کوئی چیز کھٹک رہی ہے۔"

"وہ کس طرح کا کھٹک ہے۔"

"سوری برخوردار میں اس کھٹک کو کوئی نام نہیں دے سکتا۔ بہرحال رات کو ملاقات ہوگی۔ گڈ لک۔" یہ کہہ کر زاہد نے فون بند کر دیا۔

ہانی وے ہوٹل نام سے یوں ہی معمولی سا ہوٹل لگتا تھا مگر ڈاگا اور ڈاکٹر زورا جب پہنچے تو دیکھا ہوٹل کی عمارت ماڈرن اور بہت شاندار تھی ہوٹل ایک جنگل کے کنارے پر بنا ہوا تھا۔ ہوٹل کی عمارت کے علاوہ قادر نے جنگل میں چھوٹے چھوٹے جھونپڑی نما کاٹیج بھی بنا رکھے تھے یعنی پتا چلتا تھا کہ کافی روپیہ خرچ کیا گیا ہے خاص عمارت کے سامنے کار پارکنگ میں پندرہ بیس کاریں اور آٹھ دس بسیں کھڑی تھیں۔

ڈاگا اور زورا صبح سات بجے ہی چل دیے تھے۔ اس لیے وہ بارہ بجے تک پہنچ گئے تھے۔ ڈاگا نے کار پارکنگ میں کھڑی کی اور ڈاکٹر زورا نے کہا "پہلے تو اندر جا کر دیکھ لو کہ وہ آدمی ہے یا نہیں جس سے تمہیں ملنا ہے۔"

"اگر وہ نہیں ہوا تو ہمیں اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"اس صورت میں مشورہ دوں گا کہ تم ایک کاٹیج بک کرا لینا۔ درختوں کے درمیان وہ جگہ پرفضا اور پرسکون ہوگی۔"

"اچھی بات ہے تم کار میں بیٹھو میں آتا ہوں۔" ڈاگا کار سے اتر کر ہوٹل کی عمارت میں آیا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی ڈاگا نے اس سے کہا "مجھے مسٹر قادر سے ملنا ہے۔"

"مسٹر قادر تو اس وقت نہیں مل سکتے سر۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"میرا نام سلیم ہے۔ میں نے دو دن پہلے فون کیا تھا۔ میں اسٹیل مینوفیکچرنگ ایسوسی ایشن کا....."

لڑکی نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "آپ وہی ہیں جو اپنی کمپنی کی طرف سے کانفرنس کرا رہے ہیں۔"

"ہاں میں وہی ہوں۔"

"تو پھر شہناز جی سے مل لیجیے انہوں نے مجھے کہہ رکھا ہے کہ آپ جیسے ہی آئیں میں آپ کو ان سے ملوا دوں۔ پلیز تشریف رکھیے میں بیرے کو ان کی تلاش میں بھیجتی ہوں۔"

ڈاگا لابی میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ لڑکی نے ایک بیرے کو بلا کر کچھ کہا، وہ چلا گیا۔ دو منٹ بعد ہی ایک بیرا آیا اور بولا "سر آپ کیا لیں گے؟"

"ابھی کچھ نہیں۔"

"مادام کہتی ہیں آپ باس کے مہمان ہیں جو آپ کہیں میں لا دوں۔"

ڈاگا نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی نے سر ہلا کر اشارے سے کہا "کچھ منگا لیجیے۔" ڈاگا نے کافی منگا لی۔ کوئی آدھے گھنٹہ بعد چالیس پینتالیس سال کی ایک عورت آئی جس کے نقوش کبھی حسین رہے ہوں گے، اب پکا پن آ گیا تھا۔ جسم سڈول تھا۔ اس نے چست کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ قریب آ کر اس نے کہا "ہیلو۔ کیا آپ ہی مسٹر سلیم ہیں؟"

"جی ہاں۔" ڈاگا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "آپ شاید مسز قادر ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"میں مسٹر قادر سے مل کر بزنس کی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرے شوہر کو کل آ جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ کسی وجہ سے نہیں آ سکے۔ مگر یقین ہے شام کے سات بجے تک ضرور آ جائیں گے۔ کیا آپ سات بجے تک ان کا انتظار کر سکتے ہیں؟"

"اب آ گیا ہوں تو انتظار کرنا ہی ہوگا اور سات بجے تک انتظار کرنے کا مطلب ہے کہ میں کل ہی واپس جا سکوں گا۔"

"جب تک آپ یہاں رہیں گے ہمارے مہمان ہوں گے آپ ہمیں بہت بڑا بزنس دے رہے ہیں مسٹر سلیم۔"

"تھینکس۔"

"ہمارے یہاں اس بلڈنگ میں کمرے بھی ہیں اور جنگل میں کاٹیج بھی ہیں رات آپ کہاں گزارنا پسند کریں گے؟"

"اگر میری پسند کا اتنا خیال رکھا جا رہا ہے تو میں کاٹیج میں رہنا پسند کروں گا۔"

شہناز کاؤنٹر پر گئی۔ دو منٹ کے بعد واپس آ کر بولی "یہ لیجیے۔ یہ کاٹیج نمبر ۱۲ کی چابی ہے۔ میں نے کاؤنٹر پر کہہ دیا ہے کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ کھانے پینے کی اور کسی بھی چیز کا بل دینے کی ضرورت نہیں۔"

"مگر میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھ کمپنی کا ایک ڈائرکٹر بھی ہے۔" ڈاگا نے جھوٹ بولا۔

"کوئی بات نہیں، پھر آپ دونوں ہمارے مہمان ہوں گے۔"

"لیکن یہ آپ کے ساتھ زیادتی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ دو آدمیوں سے اتنے بڑے ہوٹل میں کیا فرق پڑتا ہے؟"

"تو مسٹر قادر سے کیسے ملاقات ہوگی؟"

"وہ امید ہے سات بجے تک آجائیں گے۔ آپ ایسا کریں کہ سات بجے ہمارے رہائشی کاٹیج پر آجائیے۔ وہیں میرے شوہر سے آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔"

"آپ کا کاٹیج کہاں ہے؟"

"ان کاٹیجز کے آخر میں یعنی دہلی کی طرف سے آتے ہوئے آپ کو ایک بڑا سا گلابی رنگ کا کاٹیج نظر آیا ہوگا وہی ہمارا رہائشی کاٹیج ہے۔"

"جی ہاں، میں نے وہ گلابی کاٹیج دیکھا تھا۔ اچھی بات ہے میں شام کو سات بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"تو اب میں چلتی ہوں، پلیز کسی قسم کا تکلف مت کیجیے۔"

"ہرگز نہیں۔ اور آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ۔"

شہناز مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

ڈاگا تیس پینتیس منٹ بعد باہر آیا۔ کار پارکنگ میں پہنچا تو دیکھا اس کی کار وہاں نہیں ہے۔ اسے حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر زورا کہاں چلا گیا؟ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ کار پارکنگ میں کوئی نہیں تھا، البتہ عمارت کے دروازے پر ایک چوکیدار کھڑا تھا۔ ڈاگا نے چوکیدار کے پاس جا کر پوچھا۔ "میں اور میرا دوست آدھا پونا گھنٹہ پہلے آئے تھے اور میری براؤن رنگ کی کار سامنے پارکنگ میں کھڑی تھی اور میرا دوست بھی کار میں بیٹھا تھا۔ اب وہ کار نہیں۔"

چوکیدار نے کہا۔ "براؤن رنگ کی کار تو پندرہ منٹ پہلے چلی گئی۔"

"کدھر چلی گئی؟"

"پتا نہیں، ایک نیلی سیڈان آئی تھی اس کو دیکھتے ہی براؤن رنگ کی کار پارک سے باہر نکلی تھی اور ایک طرف کو چلی گئی تھی۔ سیڈان والا بھی اپنی کار گھما کر اس کے پیچھے چلا گیا تھا۔"

"نیلی سیڈان میں کون بیٹھا تھا؟"

"یہ میں نے خیال نہیں کیا۔"

ڈاگا سوچ میں پڑ گیا۔ ڈاکٹر زورا اس طرح نہیں جا سکتا تھا اگر اسے جانا ہوتا تو وہ اندر آکر مجھے بتا سکتا تھا۔ اس طرح جانے کا مطلب تھا اسے اچانک جانے کا فیصلہ کرنا پڑا یعنی اس کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وہ اندر آکر مجھے بتا سکتا۔ اس کا مطلب تھا نیلی سیڈان میں زورا کے دشمن آئے تھے۔ زورا نے ان کو پہچان لیا اور ان کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ اس لیے سیڈان اس کے تعاقب میں گئی تھی۔ وہ جلدی سے پلٹ کر ہوٹل میں آیا۔ شہناز کا کہیں پتا نہیں تھا۔ ڈاگا نے کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "میری کار پارک سے اچانک غائب ہو گئی ہے۔ چوکیدار کہتا ہے کہ نیلی سیڈان کار لے کر کچھ کہے بغیر چلا گیا اس کے پاس کمپنی کا بہت روپیہ ہے۔ کیا مجھے اس وقت ایک کار مل سکتی ہے، تاکہ میں اپنے دوست کی تلاش میں جا سکوں۔"

"جی ہاں۔ ہوٹل سے کمپنی کا سامان لے جانے والی ایک میٹا ڈور ہے۔ اس کی چابی میرے پاس ہے ویسے تو مسٹر قادر اور مسز قادر کی کاریں الگ الگ ہیں، مگر ان کی چابیاں میرے پاس نہیں۔"

"تو مجھے میٹا ڈور کی ہی چابی دے دیجیے۔"

لڑکی نے چابی دے دی۔ ڈاگا تیز چلتا ہوا باہر آیا اور چوکیدار سے پوچھا "وہ کاریں کس طرف گئی تھیں۔"

"اس طرف سامنے۔ پھر آگے جا کر وہ جنگل کے کچے راستے پر مڑ گئی تھیں۔"

ڈاگا بھاگتا ہوا گیا اور میٹا ڈور میں بیٹھ کر چل دیا۔ جی ٹی روڈ پر آگے جا کر ایک پتلی سی سڑک جنگل میں گھس گئی تھی۔ اس نے اسی پتلی سی سڑک پر گاڑی روک دی۔ یہ سڑک بالکل سنسان تھی۔ ڈاگا نے رفتار تیز نہیں کی وہ سڑک پر ادھر اُدھر درختوں کے درمیان دیکھتا جا رہا تھا۔ اسے ڈر تھا اگر وہ لوگ زورا کے دشمن تھے تو ممکن تھا وہ زورا کو مار کر جنگل میں پھینک گئے ہوں۔ آدھا گھنٹہ ڈاگا جنگل میں چلتا رہا۔ ایک جگہ جا کر سڑک تین حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک سڑک سیدھی چلی گئی تھی۔ دوسری دونوں دائیں بائیں چلی گئی تھیں۔ اس کی کار یا سیڈان کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ اس تراہے پر رک کر ڈاگا کچھ دیر سوچتا رہا کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے دل ہی دل میں کہا۔

"اس جنگل میں مارے مارے پھرنا بے کار ہے۔ مجھے ہوٹل پر چل کر ہی انتظار کرنا چاہیے، ڈاکٹر زورا زندہ ہے تو وہیں واپس آئے گا۔ واپس نہ آیا تو پولیس کی مدد سے ہی اس جنگل میں اس کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔" یہ سوچ کر وہ واپس چل دیا۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد وہ ہوٹل کے سامنے پہنچا تو اس نے دور ہی سے دیکھ لیا کہ اس کی کار پارکنگ میں کھڑی تھی۔

میٹا ڈور سے کود کر ڈاگا اپنی کار کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر زورا کار کی سیٹ پر لیٹا تھا اور اس کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ سخت تکلیف میں ہے۔ "کیا ہوا ڈاکٹر زورا؟" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

ڈاکٹر زورا نے کراہتے ہوئے کہا۔ "وہی ہوا جس کا مجھے ڈر

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

تھا۔ وہ میرے پیچھے یہاں تک آگئے۔"

"وہ نیلی سیڈان میں تھے۔"

"ہاں۔"

"پھر کیا ہوا؟"

ڈاکٹر زورا نے اپنا کوٹ ہٹا کر دکھایا۔ اندر اس کی قمیص خون میں شرابور تھی۔ "یہ کیا ہوا؟" ڈاگا نے جلدی سے پوچھا۔

"میرے کاندھے پر گولی لگی ہے اور گولی ابھی اندر ہی ہے۔"

"اوہ گاڈ۔۔۔ پھر تو آپ کو فوری طور پر ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

"حالات خطرناک ہو چکے ہیں۔ میں نے ابھی ان کو زخمی کر دیا ہے۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ میں زخمی ہو چکا ہوں، ان کے آدمی اب میری تلاش کر رہے ہوں ہوں گے اس لیے میں کسی ہسپتال میں داخل ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"چلو تو پہلے کاٹیج میں چلتے ہیں۔ وہاں چل کر میں دیکھوں گا کہ زخم کیسا ہے؟" ڈاکٹر زورا سڑک کر برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈاگا نے ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی چلا دی۔

تمام کاٹیجوں پر نمبر پڑے تھے۔ بارہ نمبر کاٹیج کے سامنے گاڑی روک دی۔ پہلے اس نے تالا کھول کر تالا کھولا، پھر ڈاکٹر زورا کو سہارا دے کر اندر لایا۔ کوٹ اور قمیص اتار کر اسے صوفے پر رکھ دیا۔ اس کے کاندھے پر گولی کا سوراخ تھا جس سے خون رس رہا تھا۔ ڈاگا باتھ روم سے ایک تولیہ بھگو کر لایا اور تہہ کر کے زخم پر رکھ دیا۔ تکلیف ڈاکٹر زورا کے چہرے سے ظاہر تھی مگر وہ ہمت سے کام لے رہا تھا۔ ڈاگا بولا۔ فوری طور پر اندر سے گولی نکالنا ضروری ہے۔"

"میں کسی ہسپتال میں نہیں جاؤں گا۔"

"تو میں کسی ڈاکٹر کو یہیں بلانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"مگر تم ڈاکٹر سے کہو گے کیا؟"

"ہم جس شخص کے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بھی کوئی اچھا آدمی نہیں تھا اس کی بیوی بھی اسی کی مزاج کی لگتی ہے۔ ان لوگوں کے ایسے ڈاکٹروں سے ضرور تعلق ہوں گے جو کچھ پوچھے بنا ایسے کام کر دیتے ہوں۔ پھر آجکل روپے سے کیا نہیں ہو سکتا؟"

"اوکے۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو۔ دس بیس ہزار کی فکر مت کرنا۔"

ڈاگا ہوٹل کی عمارت میں واپس آیا اور کاؤنٹر گرل سے پوچھا۔ "شہناز اس وقت کہاں ملیں گی؟"

"پتا نہیں میں دکھواتی ہوں۔ آپ تشریف رکھیے۔"

ڈاگا بیٹھ گیا۔ دس پندرہ منٹ بعد ہی شہناز آگئی۔ اس نے پوچھا۔ "مجھ سے کچھ کام ہے؟"

"جی ہاں۔ ایک بہت ارجنٹ اور سیکرٹ کام ہے۔"

"ایسا کیا کام آپڑا؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میں نے آپ سے بتایا تھا کہ میرے ساتھ کمپنی کے ایک ڈائریکٹر صاحب بھی ہیں۔"

سکین بائے محمد سجاد بھٹی
رابطہ واٹس ایپ نمبر : 03045503086

"جی ہاں، بتایا تھا۔"

"وہ زخمی ہو گئے ہیں۔"

"کیا زیادہ زخمی ہو گئے ہیں؟ اور کیا ہوا ان کو؟"

"ان کے کندھے میں گولی لگی ہے۔"

"گولی۔" شہناز نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔ "یہاں اس کے گولی کس نے ماری؟"

ویسے تو یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ مختصر یہ کہ ڈائریکٹر صاحب کی بیوی مر گئی ہے۔۔۔ ایک عورت سے اس کے تعلقات ہو گئے۔ اس عورت کا شوہر کوئی شریف آدمی نہیں، اور شریف بھی ہوتا تو کون اپنی بیوی کو کسی دوسرے مرد کے ساتھ عیش کرتے یہ برداشت کر سکتا ہے۔ اب پتا نہیں وہ چنڈی گڑھ آیا ہوا تھا، یا میرے دوست کا پیچھا کرتا یہاں آ گیا۔ وہ ان پر گولی چلا کر فرار ہو گیا۔ شکر ہے کہ گولی کسی خطرناک جگہ نہیں لگی، پھر بھی زخم سے گولی نکالنا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کسی ایسے ڈاکٹر کو بلا سکیں جو سوال پوچھے بغیر ان کے کاندھے سے گولی نکال کر مرہم پٹی کر دے تو مہربانی ہو گی۔ روپے کی کوئی کمی نہیں۔ کوئی سوال نہ پوچھنے کے بدلے ڈاکٹر کو پانچ سات ہزار روپیہ دیا جا سکتا ہے۔"

شہناز نے سوچتے ہوئے کہا۔ "معاملہ تو بہت گمبھیر ہے مگر آپ کہتے ہیں تو کوشش کرنی ہی ہو گی۔ میرا ایک دوست ڈاکٹر ہے اگر وہ مل گیا تو کام ہو جائے گا۔"

"کیا آپ کے ہوٹل میں کوئی ڈاکٹر نہیں رہتا؟"

"جی نہیں، آپ تشریف رکھیے، میں فون کر کے آتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ ڈاگا انتظار کرتا رہا۔ دس منٹ بعد واپس آ کر بولی "آپ کے دوست خوش قسمت ہیں، ڈاکٹر آ رہا ہے۔"

"چنڈی گڑھ سے؟"

"جی ہاں۔ تیس، چالیس منٹ تک وہ یہاں پہنچ جائے گا۔"

"میں آپ کا احسان مند ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں، اچھا اب میں چلتی ہوں۔ میں نے ڈاکٹر سے فون پر کہہ دیا ہے کہ وہ براہ راست کاٹیج نمبر ۱۲ پر پہنچ جائے۔"

"اوکے تھینک یو۔" یہ کہہ کر ڈاگا واپس کاٹیج کی طرف چل دیا۔

پون گھنٹہ میں ڈاکٹر آ گیا۔ ڈاگا جانتا تھا آپریشن میں گرم پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کاٹیج میں کافی وغیرہ بنانے کے لیے گیس کا چولہا بھی رکھا تھا اس نے پانی گرم کر کے تیار رکھ لیا تھا۔ ڈاکٹر زورا نے ڈاکٹر سے کہا۔ "پلیز مجھے بے ہوش مت کیجیے، صرف میرا بازو مقامی طور پر سن کر دیجیے۔"

"میں ایسا ہی کرتا ہوں۔" ڈاکٹر نے اپنا کام شروع کر دیا۔ گولی کافی گہرائی میں جا کر ہڈی پر رک گئی تھی آدھے گھنٹے کی کوشش سے گولی نکلی۔ ڈاکٹر نے زخم سی کر پٹی کر دی۔ ڈاگا نے پوچھا "ڈاکٹر صاحب کوئی خطرہ تو نہیں۔"

"بالکل نہیں، صرف ذرا سی احتیاط کی ضرورت ہے۔ میں ان کو درد کم کرنے کی اور نیند کی گولیاں دے جاتا ہوں۔" ہاتھ وغیرہ دھو کر اس نے گولیاں دے دیں۔ ڈاگا نے اس کی فیس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے خود ہی دو ہزار مانگ لیے۔ زورا کے پرس میں روپے تھے اس نے روپے دے دیے۔ ڈاکٹر نے روپے لیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ صرف مسز قادر کی وجہ سے ہے۔ ورنہ میں ایسے آپریشن نہیں کرتا۔"

"آپ دونوں کا شکریہ۔" ڈاگا نے جواب دیا۔

ڈاکٹر چلا گیا تو ڈاگا نے کہا۔ "اب آپ نیند کی گولی کھا لیں اور آرام سے سو جائیں۔"

"نہیں، میں سونا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟"

"میں آج ہی واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"آج ہی کیوں؟"

"اس لیے کہ ان کو پتا چل چکا ہے میں یہاں ہوں وہ رات کو حملہ کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔ تم نہیں جانتے وہ بہت خطرناک آدمی ہیں۔ ضرورت پڑی تو وہ بم مار کر یہ پورا کاٹیج تباہ کر سکتے ہیں۔"

"مگر میں جس مقصد کے لیے آیا تھا وہ تو پورا نہیں ہوا۔ مجھے ہوٹل کے مالک مسٹر قادر سے ملنا تھا۔ اور مسٹر قادر سات بجے آئے گا۔"

"تو ہم سات بجے کے بعد چلے جائیں گے۔ رات میں یہاں نہیں گزاروں گا۔"

"ایسی حالت میں سفر ٹھیک نہیں رہے گا۔"

"دہلی میں میرا ایک ڈاکٹر دوست ہے۔ میں اس کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں تم صرف اتنا کر دو کہ مجھے وہسکی کی ایک بوتل لا دو۔"

"تو آپ دوا نہیں کھانا چاہتے۔"

"نہیں جو کام شراب کر سکتی ہے، وہی دوا بھی کرے گی۔"

"اچھا میں وہسکی لاتا ہوں۔"

ڈاگا پھر ہوٹل میں آیا۔ کاؤنٹر گرل سے ایک لمبا چوڑا آدمی کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ ڈاگا کو دیکھ کر لڑکی بولی۔ "اوہ مسٹر سلیم پاس آ گئے ہیں۔ میں ابھی ان کو آپ کے بارے میں بتا رہی تھی۔"

ڈاگا نے مسٹر قادر کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا۔ "آپ مسٹر قادر ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"میرا نام سلیم ہے اور میں اسٹیل مینوفیکچرنگ ایسوسی ایشن کی سیکرٹری ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے شہناز نے فون کر کے آپ کے اور آپ کی کانفرنس کے بارے میں بتا دیا تھا۔"

"تو پھر آیئے بزنس کی بات ہو جائے۔"

"جی ہاں آیئے۔"

ڈاگا نے کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "میرے ساتھی کی طبیعت کچھ اچھی نہیں آپ بیرے سے وہسکی کی بوتل اور گلاس وغیرہ میرے کاٹیج پر بھجوا دیجیے۔"

"بہت اچھا، میں ابھی بھجوا دیتی ہوں۔" لڑکی نے ادب سے کہا۔ اس کے بعد ڈاگا قادر کے ساتھ چل دیا۔

"چلیے بار روم میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ قادر نے ڈاگا کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "نہیں باتیں کچھ پرائیویٹ ہیں۔ میں چاہوں گا کہ ہماری باتوں میں کوئی مخل نہ ہو، کمیشن کا معاملہ بھی طے کرنا ہے۔"

"تو کہاں چلیں۔"

"اگر کوئی کاٹیج خالی ہو تو بہتر رہے گا۔"

"کاٹیج تو کئی خالی ہوں گے۔ چلیے کسی کاٹیج میں ہی بیٹھ جاتے ہیں۔" وہ عمارت سے باہر آئے، کاٹیج نمبر ۵ ذرا الگ تھلگ بنا ہوا تھا۔ وہ اس کاٹیج میں آ کر بیٹھ گئے۔ قادر نے کہا۔ "کیا پیئیں گے؟ وہسکی یا کچھ اور۔"

"ابھی کچھ نہیں، پہلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر ڈاگا نے کاٹیج کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ قادر حیرت سے بولا۔ "آپ دروازہ کیوں بند کر رہے ہیں؟"

"تاکہ گفتگو کے دوران کوئی اندر نہ آئے۔" ڈاگا جواب دیتے ہوئے صوفے پر قادر کے مقابل بیٹھ گیا۔

قادر نے کہا۔ "آل رائٹ بتایئے آپ کو کتنے آدمیوں کی جگہ چاہیے اور کتنے دن؟"

ڈاگا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "مسٹر قادر نہ میرا نام سلیم ہے اور نہ میں کسی اسٹیل کمپنی کا سیکرٹری ہوں، نہ مجھ کو کوئی جگہ چاہیے۔"

قادر کے چہرے پر پہلے حیرت کے آثار پیدا ہوئے۔ پھر ماتھے پر بل پڑ گئے وہ بولا۔ "پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

ڈاگا نے اپنے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اسے گھٹنوں

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

پر رکھتے ہوئے کہا "کچھ معلومات۔"

قادر کچھ دیر اس کو گھورتا رہا۔ پھر بولا "کون ہو تم؟"

"یہ بھی تمہیں بہت جلدی معلوم ہو جائے گا مسٹر قادر۔ میں یہ جانتا ہوں کہ آٹھ سال پہلے تم ایک معمولی چور تھے۔ تم راول اور سلیمان مل کر چوریاں کرتے تھے۔"

قادر اچھل کر کھڑا ہو گیا اور غصے سے بولا "مجھے پتا نہیں تم کون ہو؟ اور کیا بک رہے ہو میرا وقت بہت قیمتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ ڈاگا نے ریوالور اٹھا کر فائر کیا گولی قادر کے کان کے پاس سے گزرتی ہوئی دیوار میں جا کر لگی۔ قادر اچھل کر دور جا کھڑا ہوا، اور غصے سے بولا "کیا تم پاگل ہو؟"

"میں نے صرف یہ دکھایا ہے کہ میرا نشانہ کتنا صحیح ہے یہ گولی تمہارے سر میں بھی لگ سکتی تھی۔"

قادر دیوار سے لگا کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر کھوکھلی آواز میں بولا "آخر تم کون ہو؟"

"اگر میں یہ کہوں، میں پولیس افسر ہوں۔"

"نہیں، تم پولیس افسر نہیں ہو سکتے۔ پولیس افسر تمہاری طرح بے وجہ گولیاں چلاتے نہیں پھرتے۔"

"تم سمجھدار بھی ہو قادر، اسی لیے آخری چوری کے بعد جرائم پیشہ زندگی چھوڑ کر شریف بننے کی کوشش شروع کی ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔"

ڈاگا اٹھ کر قادر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اب اس نے ریوالور جیب میں رکھ لیا تھا۔ پاس آ کر ڈاگا نے کہا "جھوٹ بولنے سے کام نہیں چلے گا قادر۔"

قادر نے اس کو نہتا دیکھا تو اچانک ڈاگا پر حملہ کر دیا۔ ڈاگا اسی لیے اس کے قریب گیا تھا۔ اور حملے کے لیے تیار تھا۔ قادر کا گھونسہ جیسے ہی گھوما ڈاگا نے اس کا دوسرا ہاتھ پکڑ کر جوڈو کا وار کیا۔ قادر کا بھاری بھرکم جسم قلابازی کھاتا ہوا بیڈ پر جا گرا۔ "دیکھا تم نے۔" ڈاگا نے کہا۔ "اگر تم کہو تو میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر دکھا سکتا ہوں۔"

اس بار قادر کو سچ مچ غصہ آ گیا تھا، اس نے ڈاگا کو گالی دی اور اسپرنگ کی طرح اچھل کر ڈاگا پر چھلانگ لگا دی۔ ڈاگا اس کے بدن کے دھکے سے نیچے گر پڑا۔ لیکن گرتے گرتے اس نے اپنے بوٹ کی ٹھوکر قادر کے پیٹ میں ماری، وہ تکلیف سے دوہرا ہو گیا تو ڈاگا نے لیٹے لیٹے ہی اپنے دونوں پنجے قادر کی گردن میں قینچی کی طرح ڈال کر اس کو پھر پٹخنی دی اور جیسے ہی وہ نیچے گرا وہ کود کر اس کے سینے پر بیٹھ گیا۔ اس بار اس نے قادر کی شہ رگ کی دو مخصوص رگوں پر انگوٹھے رکھتے ہوئے کہا "اب تمہیں تیس سیکنڈ میں قتل کر سکتا ہوں۔"

تکلیف سے قادر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اس نے بمشکل سانس لیتے ہوئے کہا "چھوڑ دو مجھے۔"

ڈاگا اس کے سینے سے اتر گیا۔ قادر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر سانس لیتا رہا۔ پھر اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

ڈاگا نے کہا "یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا تاکہ تمہیں پتا چل جائے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ میرا نام ڈاگا ہے اور پرائیویٹ ڈیٹیکٹو ہوں۔ شاید تم نے مشہور انٹیلی جنس آفیسر کرنل زاہد کا نام سنا ہو گا میں ان ہی کی ٹیم کا ایک پرائیویٹ ممبر ہوں۔"

قادر نے اپنے گلے کو سہلاتے ہوئے کہا "جب تمہیں معلوم ہے میں شریف زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ پھر تم مجھے پریشان کرنے کیوں آئے ہو؟"

"دو باتیں معلوم کرنے۔"

"کیا؟"

"تم راول اور سلیمان مل کر ڈاکے ڈالتے تھے۔"

"یہ پرانی بات ہو چکی ہے، پولیس مجھ پر کبھی جرم ثابت نہیں کر سکی۔"

ڈاگا نے اس کی بات نظر انداز کر کے سوال کیا "راول سے تم کب سے نہیں ملے؟"

"وہ کمینہ آدمی ہے۔ میں اس سے کسی طرح کے تعلقات نہیں رکھتا۔"

ڈاگا نے اس کی بات کاٹ کر کہا "جھوٹ مت بولو۔ مجھے پتا ہے ابھی حال ہی میں راول تم سے ملنے آیا تھا۔" ڈاگا نے یہ تیر اندھیرے میں چلایا تھا جو نشانے پر بیٹھا۔ قادر نے کہا "آٹھ سال بعد وہ ابھی ایک مہینہ پہلے مجھ سے ملنے آیا تھا۔"

"کیوں؟"

"وہ بہت کمینہ آدمی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنے کاروبار میں اسے پارٹنر بنا لوں۔"

"تو تم نے کیا کہا؟"

"جب میں نے یہ ہوٹل شروع کیا تھا اس وقت سے مجھے ڈر تھا کہ راول ایک بار ضرور آئے گا اس لیے میں نے ہوٹل کے بیعنامہ کے کاغذات بنوا رکھے ہیں میں نے وہ کاغذات اس کو دکھا دیے کہ ہوٹل پر اب تک ایک لاکھ کا قرض ہو چکا ہے پھر بھی وہ کمینہ مجھ سے چالیس ہزار روپے لے مرا ہے۔ میں سمجھتا ہوں دوبارہ وہ نہ آئے تو یہ سودا سستا رہا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے آجکل وہ کہاں ٹھہرا ہے؟"

"دہلی میں کس جگہ ہے، اس کے ساتھ ایک عورت بھی تھی جو کال گرل لگتی تھی۔"

"تم اس عورت کو نہیں جانتے؟"

"نہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ تم تینوں نے آخری چوری کہاں کی تھی؟"

"ہم نے کوئی چوری نہیں کی۔"

"جھوٹ مت بولو۔ مجھے پتا ہے چوری کی گئی تھی۔ اس کے بعد ہی تم تینوں الگ ہوئے تھے۔ میرا تمہاری چوری سے کوئی واسطہ نہیں۔ تمہارے خلاف کسی کے پاس ثبوت بھی نہیں ورنہ اب تک تم گرفتار کر لیے جاتے۔ میں صرف اس لیے جاننا چاہتا ہوں کہ راول نے سلیمان کو قتل کر دیا ہے۔ شاید تمہیں معلوم ہو گا کہ سلیمان بھی شریفانہ زندگی گزار رہا تھا اس نے چوری کا وہ مال اپنے بڑھاپے کے لیے رکھا ہوا تھا۔ وہ روپیہ حاصل کرنے کے لیے ہی راول نے سلیمان کو قتل کیا ہے اور اس کی بیوی اور بیٹی سے وہ رقم چھین لینا چاہتا ہے۔ سلیمان کی بیوی کو اس رقم کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ میں اس کیس پر اس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اس لیے جاننا چاہتا ہوں کہ وہ رقم تم نے کہاں سے اڑائی تھی اور کتنی تھی۔"

قادر چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "سلیمان کی موت کی اطلاع مل گئی تھی۔ اور میں یہ بھی سمجھ گیا تھا کہ اس کی موت میں ضرور راول کا ہاتھ ہے۔ بہرحال اب چونکہ میں صاف زندگی گزارنا چاہتا ہوں اور پچھلے کیسوں میں کبھی مجرم ثابت نہیں ہوا۔ اس لیے میں سچ سچ بتائے دیتا ہوں۔"

"اب سے آٹھ سال پہلے راول نے میری اور سلیمان کی مدد سے ایک بینک لوٹنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا ہم مایوس ہو کر جا رہے تھے کہ ہمیں پتہ چل گیا۔ ایک کلب کا کچھ روپیہ کہیں لے جایا جا رہا تھا۔ اس کلب میں جوا کھلایا جاتا تھا ہیروئن اور کوکین وغیرہ کا دھندا ہوتا تھا اور لڑکیاں سپلائی کی جاتی تھیں۔ سارے کام غیر قانونی ہوتے۔ مشینوں پر کھیلے جانے والے جوئے میں بے ایمانی ہوتی تھی۔ اس کلب میں ہر رات کم از کم چار چھ لاکھ کی ہیرا پھیری ہوتی تھی اور سارا روپیہ بلیک اور ناجائز ہوتا تھا۔ ہم نے کلب کی وہ وین لوٹ لی۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس میں ایک ہفتہ کی پوری کمائی تھی یعنی پورا نوے لاکھ روپیہ، مال اتروانے کے بعد ہم نے روپیہ تقسیم کر لیا۔ راول نے چالیس لاکھ روپیہ لیا اور پچیس پچیس لاکھ روپیہ ہم دونوں کے حصے میں آیا۔ اتنا روپیہ ملتے ہی سلیمان اور میں نے فیصلہ کیا کہ اب ہم کبھی جرم نہیں کریں گے چنانچہ سلیمان دہلی آ گیا اور میں چنڈی گڑھ جب سے ہی میں ایمانداری کی زندگی گزار رہا ہوں۔"

"کیا اس کا مطلب ہے کہ کلب نے چوری کی رپورٹ نہیں کی تھی؟"

"رپورٹ کیسے کر سکتا تھا۔ سارا روپیہ ناجائز تھا۔ البتہ اس نے لوٹنے والوں کی تلاش کرنے کی کوشش تھی۔ مگر اسے پتا نہ چل سکا اگر اسے ہمارے بارے میں پتا چل جاتا تو وہ لوگ ہم تینوں کو قتل کرا دیتے۔"

"راول نے روپیہ کا کیا کیا؟" ڈاگا نے سوال کیا۔

"اس نے سارا روپیہ عیاشیوں میں اڑا دیا۔ وہ بہت عیاش شخص ہے۔ روپیہ ختم ہونے کے بعد اس نے ہمیں تلاش کرنا شروع کیا اور اب اسے پتا چلا کہ اب ہم شریفانہ زندگی گزار رہے ہیں اور ہمارے کاروبار بھی اچھے ہیں تو اس نے ہمیں بلیک میل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔"

قادر کی ان تمام باتوں سے سچائی ظاہر تھی۔ اس لیے ڈاگا نے اٹھتے ہوئے کہا، "آل رائٹ قادر۔ تم چونکہ اب شریفانہ زندگی گزار رہے ہو اس لیے میں تمہارا راز اپنے سینے میں محفوظ رکھوں گا۔ مگر مجھے راول کی تلاش ہے اگر وہ پھر تم سے ملنے آئے تو تم کسی طرح بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ وہ دہلی میں کس جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔"

"میرا خیال ہے میں نے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی تھی مسٹر ڈاگا پہلے میں یہ سمجھا تھا کہ آپ ضرور کوئی غنڈے اور چاہو بیس ہیں اور مجھ سے روپیہ وصول کرنے آئے ہیں۔"

"کیا میں غنڈہ لگتا ہوں؟" ڈاگا ہنس کر بولا۔

"جس انداز سے آپ نے ریوالور نکالا تھا اس سے غنڈے ہی نظر آتے تھے۔ بہرحال مجھے ایک بات یاد آئی۔ شاید آپ کے کچھ کام آ سکے۔"

"کیا بات؟"

"راول کے ساتھ جو عورت آئی تھی اس کا نام شنیڈی تھا اور وہ شاید کسی زمانے میں اسٹرپ ڈانسر رہ چکی تھی۔"

"کس کلب میں؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"کیا اب ڈانس نہیں کرتی؟"

"یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ میرا خیال ہے آپ دہلی کے نائٹ کلبوں میں چھان بین کریں گے تو شنیڈی کے بارے میں ضرور معلوم ہو جائے گا اور ایک بار آپ کو شنیڈی مل گئی تو اسی کے ذریعے آپ راول تک پہنچ جائیں گے۔"

"اوکے معلومات کے لیے شکریہ، مجھے امید ہے کہ جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ گے۔"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

قادر نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں تو بھول جاؤں گا مگر بیوی کو کیا بتاؤں گا؟"

"کہہ دینا کہ بات نہیں بن سکی۔ ہماری کمپنی کا بجٹ بہت کم تھا اور میں کمیشن ضرورت سے زیادہ مانگ رہا تھا۔"

"تو کیا رات کو آپ نہیں ٹھہریں گے؟"

"نہیں۔ میرا ساتھی زخمی ہو گیا ہے۔ میں اسے لے کر ابھی دہلی جاؤں گا۔"

"اوکے پھر تو گڈ بائی۔ قادر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے خوشی ہوگی اگر راول کو گولی مار دیں یا عمر قید کے لیے جیل بھجوا دیں۔"

"ان میں سے دوسری خواہش تمہاری ضرور پوری ہو جائے گی۔" یہ کہہ کر ڈاگا بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بار دونوں نے دوستانہ انداز میں ہاتھ ملائے اس کے بعد قادر ہوٹل کی طرف چلا اور ڈاگا کاٹج نمبر ۱۲ کی طرف۔

ڈاگا کاٹج میں آیا تو دیکھا، ڈاکٹر زورا کافی نشہ میں ہو چکا تھا۔ ڈاگا نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "ہم واپس چل رہے ہیں ڈاکٹر زورا۔"

"ویری گڈ: میں خود واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"آپ کا کاندھا اب کیسا ہے؟"

"وہسکی سے تکلیف تو ختم ہو گئی ہے۔"

"تو کیا آپ چلنے کو تیار ہیں؟"

"ہاں ـــــ میں تیار ہوں۔ کیا تمہارا کام ہو گیا؟"

"تقریباً۔"

"بس تو چلتے ہیں۔" ڈاکٹر زورا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ دو گلاس اور وہسکی کی بوتل ہم ساتھ لے چلیں گے۔"

ڈاگا نے کوئی جواب نہ دیا وہ باہر گیا پیچھے پیچھے ہی ڈاکٹر زورا وہسکی کی بوتل اور گلاس لے کر آ گیا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈاگا کار ڈرائیو کر کے سڑک پر لے آیا تو زورا نے پوچھا۔ "کیا تمہارے لیے وہسکی بناؤں ڈاگا؟"

"نہیں، مجھے گاڑی ڈرائیو کرنی ہے۔"

زورا کچھ کہے بغیر اپنے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔ رات گیارہ بجے وہ لوگ دہلی کی سرحد میں داخل ہوتے۔ ڈاگا نے آئینہ میں دیکھا کہ زورا پچھلی سیٹ پر سو گیا تھا۔ ڈاگا نے اس کو زور سے پکارا۔ "ڈاکٹر زورا اٹھو دہلی آ گیا۔"

تیسری آواز پر زورا چونک کر اٹھ بیٹھا اور بولا۔ "کیا دہلی آ گیا؟"

"ہاں۔"

"تم مجھے رہتک روڈ پر اتار دینا۔"

"کیوں؟"

"آج رات میں اپنے ایک ڈاکٹر دوست کے پاس رہوں گا۔"

"کیا اب آپ کو کسی حملے کی توقع نہیں؟"

"نہیں۔ کیونکہ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم رات کو ہوٹل میں ہی رہے ہوں گے۔"

"تو میرے فلیٹ پر کب آئیں گے آپ؟"

"ابھی میں کہہ نہیں سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کیا پتا ڈاکٹر مجھے اپنی نگرانی میں رکھنا چاہے۔ ویسے کل شام کو سات بجے تم مینار ہوٹل پہنچ جانا۔ میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ پھر ہم آئندہ کے لیے پروگرام بنائیں گے۔"

"اور اگر آپ نہ آئے تو ـــ؟ یہ مت بھولیے آپ کو بیس ہزار روپے ابھی مجھے دینے ہیں اور پانچ ہزار کرایہ۔"

"مجھے یاد ہے۔ اگرچہ میں سمجھتا ہوں ابھی تک تم نے میرے لیے کچھ نہیں کیا مسٹر ڈاگا۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ میں نے آپ کی جان بچائی ہے۔"

"میری جان بالکل خطرے میں نہیں تھی۔" ڈاگا نے کہا۔ "مگر تم خود کہہ چکے ہو کہ وہ تمہیں مارنے نہیں آیا تھا۔"

"مار کھانے کا میں عادی ہوں۔ بہرحال میں کل ہوٹل مینار میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

رہتک روڈ پر آ کر ڈاگا نے کار روکتے ہوئے کہا۔ "جانے سے پہلے صرف ایک بات بتا جائیے۔"

"پوچھو۔"

"آپ کے فارمولے کا سودا گورنمنٹ کے کس محکمہ سے ہو رہا ہے۔"

"ہیلتھ منسٹری کے ریسرچ سینٹر سے۔"

"اس سینٹر کا ڈائرکٹر کون ہے؟"

"مسٹر مکرجی، اس کا فون نمبر ہے ۶۲۳۴۷۸، تم اگر چیک کرنا چاہو تو کر لینا۔"

"ضرورت پڑی تو چیک بھی کرنا پڑے گا۔ ویسے آپ کی ایک بات نے مجھے حیران ضرور کر رکھا ہے۔"

"کس بات سے؟"

"آپ دو بار کہہ چکے ہیں کہ دہلی میں آپ کا کوئی ڈاکٹر دوست ہے۔"

"ہاں۔"

"پھر آپ اس دوست کے یہاں کیوں نہیں ٹھہرے؟"

"میں اس کی زندگی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

"کیا آپ ڈاکٹر کا نام بتا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں اس کا نام شیو کمار ہے۔"

"کیا آپ دہلی آکر اپنے اس دوست سے مل چکے ہیں؟"

"ابھی تک نہیں۔"

"وہ کہاں رہتا ہے، یہ معلوم نہیں؟"

"نہیں، میرے پاس اس کا فون نمبر ہے۔ اس نے حال ہی مکان بدل لیا ہے۔ میں اسے فون کر دوں گا۔ وہ اپنی کار میں مجھے لے جائے گا۔"

"تو ڈاکٹر کا فون نمبر مجھے بھی بتا دیجیے۔ شاید مجھے آپ کی خیریت معلوم کرنے کی ضرورت پڑے۔"

زورا نے اس کو ایک اور فون نمبر لکھا دیا اور دوسرے روز سات بجے ہوٹل مینار میں ملنے کا وعدہ کر کے روہتک روڈ پر ہی اتر گیا۔

ڈاگا نے کچھ دور جا کر کار روک لی اور ایک ریستوران میں گیا جس میں فون بھی تھا۔ منیجر سے اجازت لے کر اس نے زورا کا دیا اس کے دوست ڈاکٹر کا نمبر گھمایا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک نسوانی آواز نے کہا۔

"ہیلو۔"

"میں ذرا ڈاکٹر شیو کمار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری رونگ نمبر۔" یہ کہہ کر دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا۔ ڈاگا نے دوبارہ فون ملایا۔ پھر وہی آواز سنائی دی۔ ڈاگا نے کہا۔ "دیکھیے فون مت رکھیے۔ میں پولیس اسٹیشن سے بول رہا ہوں۔ کیا یہ ۳۳۱۶۸۹ نمبر نہیں ہے؟"

"جی یہی نمبر ہے۔"

"تو کیا یہ ڈاکٹر شیو کمار کا نمبر نہیں ہے؟"

"جی نہیں، یہاں کوئی ڈاکٹر نہیں رہتا۔"

"سوری۔" ڈاگا نے جواب میں کہا اور فون رکھ کر سوچنے لگا کہ یہ کیا ہوا۔ کیا میں نے غلط نمبر سنا تھا یا زورا نے مجھے غلط نمبر بتایا تھا۔ دل ہی دل میں سوچتا ہوا ڈاگا کار میں واپس آیا اور بیٹھ کر واپس اس طرف چل دیا جہاں اس نے ڈاکٹر زورا کو چھوڑا تھا۔ لیکن اب وہاں ڈاکٹر زورا نہیں تھا۔ ضرور میں نے ہی غلط نمبر سنا ہوگا۔ ڈاگا نے بڑبڑا کر خود سے کہا اور اپنے فلیٹ کی طرف چل دیا۔

صبح کو ناشتہ کرنے کے بعد ڈاگا نے زاہد کو فون کیا اور کہا "میں چنڈی گڑھ سے واپس آگیا ہوں۔"

"کوئی کامیابی؟" زاہد نے پوچھا۔

"آدھی کامیابی سمجھیے۔ مجھے پتا چل گیا ہے کہ آخری چوری راول اور سلیمان نے کہاں کی تھی۔ سلیمان کے پاس اس چوری کا پچیس لاکھ روپیہ تھا اور یہ روپیہ ایک جوا کھلانے والے کلب کا تھا۔"

"یعنی چوروں کو لے گئے مور۔"

"جی ہاں۔"

"راول کا کچھ پتا نہیں چلا؟"

"راول کا تو پتہ نہیں چلا مگر اس عورت کا نام معلوم ہو گیا ہے آجکل راول جس کے ساتھ رہ رہا ہے اس عورت کا نام شینڈی ہے کسی زمانے میں اسٹرپ ڈانسر تھی۔"

"پھر تو اسے تلاش کرنا زیادہ مشکل نہ ہوگا۔"

"پولیس کام آسانی سے کر سکتی ہے۔"

"میں اے سی پی مسٹر بلرام کو فون کرتا ہوں۔ ہوٹلوں کے لائسنسوں کا محکمہ ان ہی کے پاس ہے۔ تمہارے ڈاکٹر زورا کا کیا حال ہے؟"

"ڈاکٹر زورا بھی اب میرے لیے معمہ بنتا جا رہا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"کل پھر کسی نے اس پر گولی چلائی تھی۔ اس بار وہ زخمی بھی ہو گیا ہے۔"

"چنڈی گڑھ میں گولی چلائی تھی؟" زاہد حیرت سے بولا۔

"جی ہاں، ہوٹل کے پارکنگ میں اس کو چھوڑ کر میں اندر گیا تھا واپس آیا تو وہ میری کار سمیت غائب تھا۔ میں اس کو تلاش کرنے گیا۔ آدھا پون گھنٹہ بعد واپس آیا تو وہ پارکنگ میں موجود تھا اور اس کے کندھے میں گولی لگی ہوئی تھی۔"

"ڈاگا ذرا ایک منٹ۔" زاہد بولا۔ "کیا تم نے آج صبح کا اخبار دیکھا ہے؟"

"ابھی نہیں دیکھا۔"

"تو دیکھو اس میں ایک خبر چھپی ہے، پولیس کو ہوٹل کے قریب جنگل میں ایک کار الٹی ملی ہے۔ کار میں دو شخص تھے۔ دونوں کے جسم پر گولیوں کے نشان ہیں، ان میں سے ایک مر چکا ہے، دوسرے میں زندگی باقی ہے وہ اس وقت چنڈی گڑھ کے ہسپتال میں بے ہوش ہے۔"

اس خبر کی کوئی اہمیت ہے؟" ڈاگا نے پوچھا۔

"تم کہتے ہو کہ ڈاکٹر زورا اچانک غائب ہو گیا۔ واپس آیا تو وہ زخمی تھا، یہ جنگل اس ہوٹل کے پاس ہی ہے۔ ہو سکتا ہے ان ہی دونوں شخصیتوں نے اس پر حملہ کیا ہو۔ ڈاکٹر زورا ہوشیار تھا اس نے دونوں کو مار دیا۔"

"ایسا ہوتا تو وہ مجھے ضرور بتاتا۔"

"ڈاگا۔" زاہد گمبھیر آواز میں بولا۔ "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے ڈاکٹر زورا وہ نہیں ہے جو خود کو ظاہر کرتا ہے۔"

"مگر آپ اس کے بارے میں کلکتہ پولیس سے تحقیق کر چکے ہیں۔"

"ہاں یہ بھی سچ ہے، مگر میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ پراسرار

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

شخص ہے۔"

"یہ شک تو مجھے بھی کل رات ہو گیا ہے۔"

"کل رات کیا ہوا؟"

"رات کو واپسی پر وہ رہتک روڈ پر مجھ سے جدا ہو گیا تھا وہ اپنے کسی دوست ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنا زخم دکھانا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے ڈاکٹر کا نام اور فون نمبر پوچھا جو اس نے بتا دیا۔ لیکن جب میں نے اس نمبر پر فون کیا تو پتا چلا کہ وہ کسی ڈاکٹر کا فون نہیں تھا۔"

"ہو سکتا ہے تمہیں نمبر سننے میں غلطی ہو گئی ہو۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"تو اب تم ڈائرکٹری میں اس کا نام تلاش کر کے دیکھو۔"

"اس کا نام شیو کمار بتایا تھا۔ اس نام کے تو بہت سے ڈاکٹر ہو سکتے ہیں۔"

"تم ان سب کے فون نمبر نوٹ کر کے فون پر بات کر کے دیکھو اور زورا کے بارے میں معلوم کرو کہہ دینا کہ تم اس کی خیریت جاننا چاہتے تھے۔"

ویسے آج اس نے شام سات بجے مجھ سے ہوٹل مینار میں ملنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"ہوٹل میں کیوں؟"

"یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی اور اس نے گورنمنٹ کی اس لیبارٹری کا فون نمبر بھی مجھے بتایا تھا جس سے اس کے فارمولے کی بات چل رہی تھی۔ آپ اس لیبارٹری سے تصدیق کر سکتے ہیں کہ کیا واقعی وہ زورا کا فارمولا خرید رہے ہیں۔"

"اس محکمہ کے کسی افسر کا نام بھی بتایا تھا اس نے۔"

"جی ہاں۔ اس نے کہا تھا۔ کوئی مسٹر مکرجی اس لیبارٹری کے انچارج ہیں یہ ہیلتھ منسٹری کے ریسرچ سیکشن کی لیبارٹری ہے۔"

"اچھی بات ہے میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم ڈاکٹر شیو کمار کا فون نمبر تلاش کر کے بات کرنے کی کوشش کرو۔"

"او کے باس۔" یہ کہہ کر ڈاگا نے فون رکھ دیا۔

ڈائرکٹری میں ڈاکٹر شیو کمار اور شیو پرشاد وغیرہ کل دس نام تھے جو ڈاکٹر تھے جو ڈاگا نے باری باری ہر نمبر پر فون کر کے ڈاکٹر زورا کے بارے میں معلوم کیا۔ ان میں سے ہر ایک نے جواب دیا کہ وہ اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتے، نہ ہی ان کے پاس ایسا کوئی مریض آیا جس کا کاندھا زخمی ہو۔

ڈاگا کو اب یقین ہونے لگا تھا کہ ڈاکٹر زورا ضرور کوئی چال چل رہا تھا۔ فون پر ناکامی کے بعد اس نے پھر زاہد کو فون کیا۔ زاہد نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔ "کچھ کامیابی ہوئی؟"

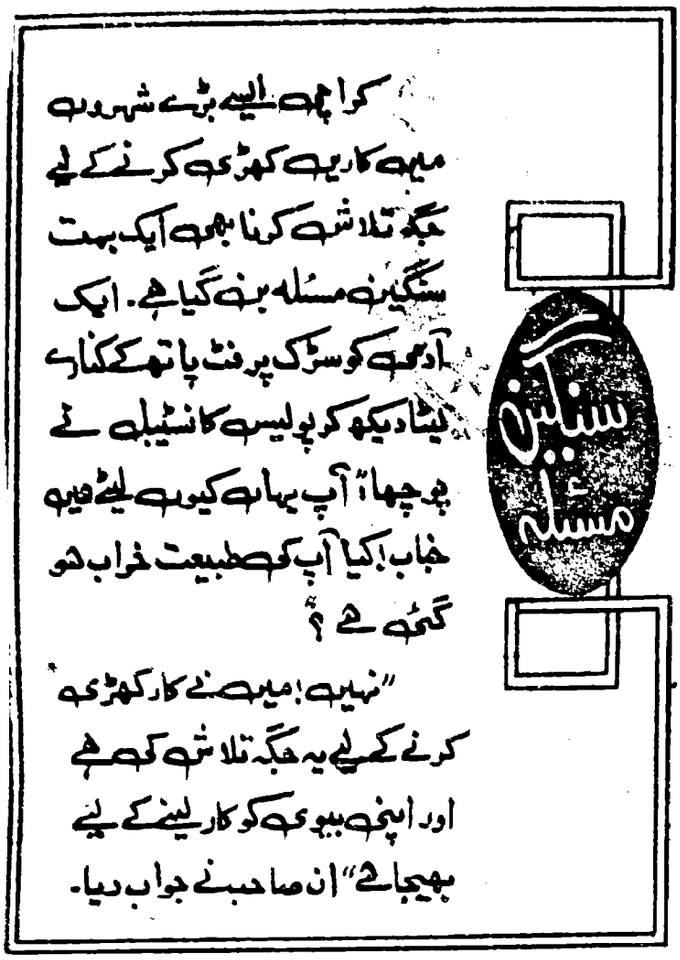

"نہیں۔ ڈائرکٹری میں دس شیو نام کے ڈاکٹر تھے، ان میں سے کوئی ڈاکٹر زورا کو نہیں جانتا۔"

"تو تمہارے لیے ایک اور خوشخبری ہے۔"

"کیا؟"

"مکرجی نام کا کوئی شخص ہیلتھ منسٹری کے ریسرچ سیکشن میں نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے نام کچھ اور ہو۔"

"میں نے معلوم کر لیا ریسرچ سیکشن کسی ڈاکٹر زورا کا فارمولا نہیں خرید رہا۔"

"اس کا مطلب ڈاکٹر زورا جھوٹ بول رہا ہے۔"

"حالات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔"

"لیکن آخر کیوں؟"

"مجھے کیا معلوم ـــــ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہو گی جس پر زورا کی انگلیوں کے نشان ہوں۔"

"ہاں ایک بوتل اور ایک گلاس ہے۔"

"تو لیبارٹری بھیج کر اس پر سے نشانات اٹھوا لو۔ میں وہ نشانات کلکتہ بھیج کر چیک کراؤں گا۔ کہ وہ ڈاکٹر زورا کے ہی ہیں یا نہیں۔"

"کیا آپ کو شک ہے یہ شخص اصل ڈاکٹر زورا نہیں۔"

"ہاں مجھے یہ شک ہے۔"

"تو پھر اس نے شام کو مجھ سے ملنے کا وقت کیوں مقرر کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے وہ ہوٹل مینار میں نہیں آئے گا۔"

"اس کا فیصلہ تو شام کو ہی ہو سکے گا۔"

"ہاں۔ تم شام تک انتظار کر لو مگر اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور اٹھوا لو۔"

"بہت اچھا۔ میرے لیے یہ نیا دردِ سر شروع ہو گیا۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے برخوردار۔" یہ کہہ کر زاہد نے فون بند کر دیا۔

زاہد کی پیشن گوئی صحیح نکلی۔ ڈاگا ہوٹل مینار میں دو گھنٹے انتظار کرتا رہا۔ لیکن ڈاکٹر زورا نہیں آیا۔ مایوس ہو کر ڈاگا زاہد کی کوٹھی پر پہنچا۔ اس نے زورا کی انگلیوں کے نشان والے گلاس اور بوتل لیبارٹری میں بھیج کر ہدایت کر دی تھی کہ نشانات کرنل زاہد کو بھجوا دیئے جائیں۔

"ڈاگا زاہد کی کوٹھی پر پہنچا تو دس بج رہے تھے۔ اس کا مونہہ لٹکا ہوا دیکھ کر زاہد نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"وہی جو آپ نے کہا تھا۔ زورا نہیں آیا۔"

"تو تمہارے لیے ایک خوشخبری اور ہے۔"

"کیا؟"

"کلکتہ پولیس کا وائرلیس پیغام آیا تھا۔ اصلی ڈاکٹر زورا جو تین ہفتے کے لیے یورپ گیا ہوا تھا۔ واپس کلکتہ پہنچ گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ شخص ڈاکٹر زورا نہیں تھا۔ ڈاگا نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ نہیں۔ اور۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس شخص کا اس کوکین اور ہیروئن سے کچھ تعلق ہو گا۔ جس کے دہلی میں آنے کی ہمیں اطلاع ملی تھی۔"

"لیکن اگر وہ اسمگلر تھا تو اس کو میری مدد لینے کی کیا ضرورت تھی"

"اب میرے ذہن میں ایک تھیوری بن رہی ہے میں نے چنڈی گڑھ پولیس سے فون پر ابھی بات کی تھی اور ان سے درخواست کی ہے کہ جنگل میں پائے گئے زخمی آدمی کو اگر ہوش آ جائے تو وہ کچھ سوالات پوچھ کر فوراً مجھے اطلاع کریں۔ میری تھیوری یہ ہے کہ یہ شخص زورا کسی اسمگلر یا اسمگلروں کے کسی گروہ کا مال لے کر بھاگا ہے۔ اُسے ڈر تھا کہ مال کا اصل مالک اس کا پیچھا ضرور کرے گا۔ وہ ڈاکٹر زورا کو جانتا ہو گا اور اُسے یہ بھی معلوم ہو گا کہ ڈاکٹر زورا آج کل یورپ گیا ہوا ہے۔ اُس لیے اس کے یہاں ڈاکٹر زورا بن کر اپنا تعارف کرایا۔ دہلی میں اُسے ایک ایسی ساتھی کی ضرورت تھی جس کے یہاں اُسے پناہ مل سکے۔ اور ضرورت پڑنے پر جو اس کے دشمنوں کو دور رکھ سکے اس لیے اس نے تمہاری خدمات حاصل کی تھیں۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ وہ اسمگلنگ کا یہ مال دہلی میں فروخت کر کے روپیہ ملنے کے بعد یہ ملک چھوڑنے کا پروگرام بنا چکا ہو گا۔ تاکہ کسی اجنبی جگہ جا کر عیش سے زندگی گزار سکے لیکن مال کے اصل مالک یا اصل مالکوں کے گرگے اس کو تلاش کرتے یہاں آ گئے۔ میرا دوسرا اندازہ یہ ہے۔ کہ وہ لوگ شاید پہلے سے ہی تمہاری اور زورا کی نگرانی کر رہے تھے۔ مگر وہ تمہاری موجودگی میں اس پر حملہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ شاید وہ اس کو قتل بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ پہلے وہ اس کو اغوا کر کے اس سے مال حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس کا یہ قیاس تھا کہ ہوٹل میں اس کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی اس سے گھبرا کر اس نے تمہاری خدمات حاصل کی تھیں۔ مختصر یہ کہ کل بھی وہ دونوں تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہوں گے زورا باہر اکیلا رہ گیا تو اس کو موقع مل گیا مگر زورا نے اس کو دیکھ لیا اور بھاگ نکلا دونوں نے اس کا پیچھا کیا ہو گا۔ جنگل میں زورا ان دونوں کو گولی مارنے میں کامیاب ہو گیا۔ اپنی دانست میں وہ دونوں کو قتل کر کے ہی واپس ہوٹل میں پہنچا تھا مگر اس لڑائی میں وہ بھی زخمی ہو گیا تھا۔ وہ زخمی حالت میں کار نہیں چلا سکتا تھا۔ اس لیے ہوٹل واپس جانا ضروری تھا تم نے اس کے زخم کی مرہم پٹی کرا دی اور اس کو لے کر دہلی آ گئے تو وہ تم کو چکمہ دے کر غائب ہو گیا کیوں کہ اب اُسے تمہاری ضرورت نہیں رہی تھی اس کے دونوں دشمن مر چکے تھے اس لیے وہ مال کو جلد از جلد بیچ کر یہ ملک چھوڑ دینے کو تیار ہے۔"

"اوہ گاڈ۔ ڈاگا نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔" اس کا مطلب وہ مجھے مسلسل بے وقوف بنا رہا ہے۔"

"اس نے بے وقوف بنایا نہیں۔" جاوید بولا۔ "بلکہ تمہیں صرف استعمال کیا اور استعمال صرف اس چیز کو کیا جاتا ہے جو پہلے سے بنی ہوئی ہو۔"

ڈاگا نے جاوید کی بات کو نظر انداز کر کے زاہد سے سوال کیا کیا آپ کو لیبارٹریز سے انگلیوں کے نشانات مل گئے؟"

"ہاں نشانات مل گئے تھے وہ میں نے ہیڈ کوارٹر بھیج دیئے ہیں۔ تاکہ تمام شہروں کی پولیس کو بھیج دیئے جائیں۔ اگرچہ اب اس شخص کی شناخت کی ضرورت نہیں رہی اب تو اسے تلاش کرنا پہلا کام ہے۔"

"اب ہم اُسے تلاش کیسے کر سکتے ہیں؟" ڈاگا نے سوال کیا۔

"اس کا بندوبست میں نے کر دیا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہاری پرائیویٹ ایجنسی بھی مجھے ہی چلانی پڑے گی۔"

"وہ تو چلتی ہی آپ کے سہارے ہے۔ مگر اب یہ حالات جاننے کے بعد مجھے ایک حیرت ہے۔"

"کیا؟"

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

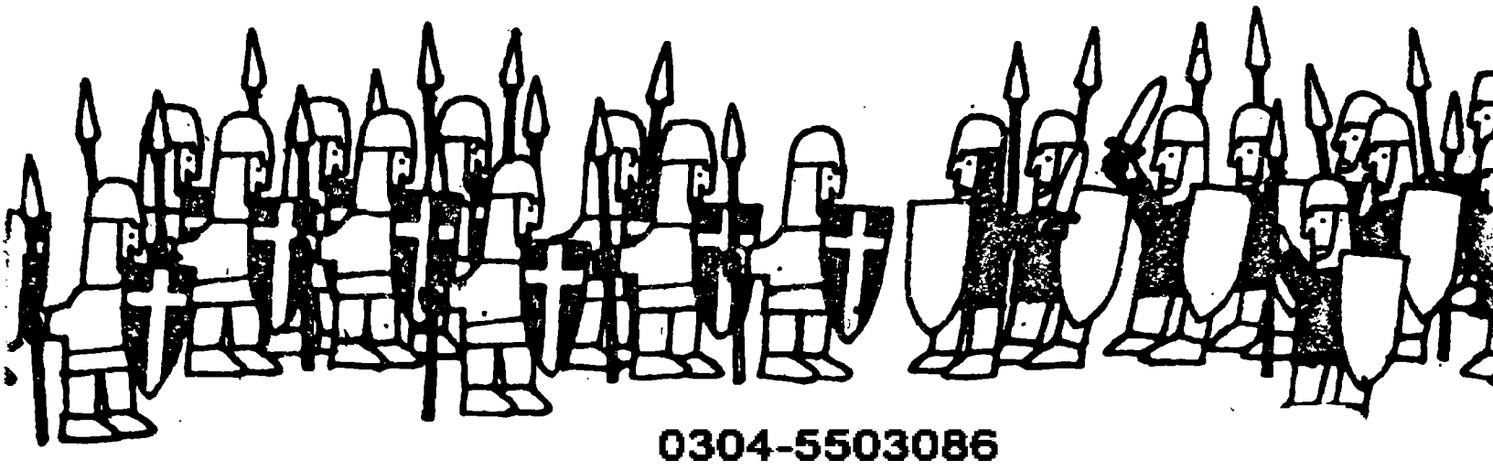

0304-5503086

"پرسوں جب زورا کے دشمنوں نے میرے فلیٹ پر حملہ کیا تھا۔۔۔۔"

"زاہد نے بات کاٹ کر کہا۔ "تم احمق ہو، حملہ ان لوگوں نے نہیں کیا تھا وہ اتنے احمق نہیں ہو سکتے تھے کہ وہ دن دہاڑے تمہارے فلیٹ کا تالا گولی مار کر توڑتے اور پھر زورا سے ڈر کر بھاگ جاتے اگر وہ تالا توڑ سکتے تھے تو زورا کو قتل بھی کر سکتے تھے یا اغوا کرتے۔"

"تو پھر دروازہ کس نے توڑا تھا؟"

"زورا نے خود توڑا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟" ڈاگا نے حیرت سے سوال کیا۔

"تمہیں یاد ہے اسی صبح میں نے باتوں باتوں میں کہا تھا کہ دشمن اب تک یہ ضرور جان چکے ہوں گے۔ کہ وہ تمہارے فلیٹ پر ٹھہرا ہوا ہے۔ پھر بھی انہوں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ بات زورا کی سمجھ میں آگئی۔ اس لیے اس نے دروازے کے تالے پر خود گولی مار کر وہ ڈرامہ کھیلا تھا تاکہ تمہیں اور مجھے یقین ہو جائے کہ واقعی کچھ لوگ اس کو قتل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے ذہن میں دراصل یہی بات شروع سے کھٹک رہی تھی کہ اگر وہ سائنس دان تھا اور گورنمنٹ اس کا فارمولا خرید رہی تھی تو اس کو حفاظت کے لیے تمہاری خدمات حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ ہیلتھ منسٹری کو ان بدمعاشوں کے بارے میں بتا سکتا تھا اور ہیلتھ منسٹری اس کی حفاظت کا پورا بندوبست کر سکتی تھی۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔" ڈاگا بولا۔ "میں سچ مچ بے وقوف بن گیا۔ میں نے کچھ سوچا ہی نہیں۔"

"اس لیے کہ تمہیں پینتیس ہزار روپیہ نظر آ رہا تھا۔ روپے کی چکا چوند عقل کو اندھا کر دیتی ہے۔"

"بزرگوں کا یہ محاورہ آج پہلی بار سمجھ میں آیا ہے۔ اچھا اب یہ تو بتا دیجیے کہ آپ نے اس کی تلاش کا کیا بندوبست کر دیا ہے؟"

"میں نے جاوید کے ذریعے آج صبح ہی تمہارے اور زورا کے کچھ فوٹو بنوائے تھے یعنی جب تم دونوں چنڈی گڑھ جانے کے لیے بلڈنگ سے نکلے تھے تو جاوید نے اپنی کار میں سے زورا کا اور تمہارا فوٹو بنا لیا تھا وہ فوٹو تیار ہو گئے ہیں۔ اور میں نے لیبارٹری کو کہہ دیا ہے کہ ان کی کاپیاں بنوا کر تمام پولیس اسٹیشنوں کو بھیج دی جائیں اب سارے شہر کی پولیس اس کو تلاش کر رہی ہے بس مجھے یہ بات اور بتانی ہے کہ وہ زخمی بھی ہے۔"

سیما بولی۔ "زاہد صاحب، بہتر ہے کہ شہر کے ہسپتالوں پرائیویٹ نرسنگ ہوموں میں پہلے تلاش کرایا جائے، اگر وہ زخمی ہے تو ضرور کہیں علاج کرا رہا ہوگا۔"

"یہ ضروری نہیں۔ ڈاگا اس کے جسم سے گولی نکلوا چکا ہے اس لئے اب کسی پرائیویٹ جگہ میں رہ کر کسی بھی ڈاکٹر سے دیکھ بھال کرا سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے اس وقت وہ چوری کے اس مال کو بیچنے کی فکر میں لگا ہوگا۔"

"زورا کا کچھ سامان تمہارے فلیٹ پر بھی تو ہوگا۔" جاوید نے پوچھا۔

"جب وہ میرے ساتھ آیا تھا اس کے ساتھ صرف ایک بریف کیس تھا۔"

"تو ہو سکتا ہے اسی بریف کیس میں کوکین ہو۔"

"نہیں، اس نے بریف کیس میرے سامنے کھولا تھا۔ اس میں ٹوتھ برش اور شیونگ کا سامان تھا اور کچھ نہیں تھا۔"

"وہ بریف کیس اب کہاں ہے؟" زاہد نے پوچھا۔

"وہ اپنے ساتھ ہی لے گیا ہے۔"

"یعنی وہ چنڈی گڑھ بریف کیس ساتھ لے گیا تھا۔"

"ہاں۔ اس کو خیال تھا کہ شاید رات کو ہمیں ہوٹل میں رکنا پڑے۔"

"تمہیں کم از کم کسی وقت اس کے بریف کیس کی تلاشی لینا چاہیے تھی۔"

" مگر اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔" ڈاگا بولا۔

" احمق آدمی اس میں ایک چھوٹی سی چابی تو ہو سکتی تھی۔"

" چابی۔" ڈاگا حیرت سے بولا۔ "کیسی چابی۔"

" کسی بنک کے لاکر کی چابی۔ زورا بے وقوف نہیں تھا۔ جو وہ ایک کروڑ کی ہیروئن ساتھ لیے پھرتا۔"

" اگر یہ وہی شخص ہے جو ہم سمجھ رہے ہیں تو اس نے مال ضرور کسی بنک کے لاکر میں محفوظ کر دیا ہوگا۔ وہ جانتا تھا مال کے اصل مالک اس کے پیچھے ضرور آئیں گے اس لئے وہ مال ساتھ لے کر نہیں پھر سکتا تھا۔"

" مائی گاڈ۔" ڈاگا بولا۔ "اس بار تو میں سچ مچ مہا مورکھ بن گیا ہوں۔"

" اور آئندہ خیال رکھنا۔" زاہد بولا۔ "کسی کو اپنے فلیٹ پر اس وقت تک نہ رکھنا جب تک اس کے بارے میں پوری چھان بین نہ کر لو۔"

" میری توبہ۔" ڈاگا نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "آئندہ ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا باس۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی، سب لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ زاہد ریسیور اٹھا کر فون سننے لگا۔ فون پر بات کر کے زاہد نے فون رکھتے ہوئے ڈاگا سے کہا۔ "لو تمہاری اسٹرپ ٹیز ڈانسر شینڈی کا بھی پتا چل گیا۔ وہ کاسونووا کلب میں جا کر وہاں دلال سے معلوم کرو۔ شاید کسی کو معلوم ہو وہ کہاں رہتی تھی۔"

" تھینکس باس۔ میرے لئے اتنا کافی ہے۔ کل ہی میں اس کی تلاش شروع کر دوں گا۔" زورا کو آپ سنبھال لیجئے۔ راول کو میں سنبھال لوں گا۔ اب میں چلتا ہوں یہ کہہ کر ڈاگا اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جاتے جاتے پلٹ کر بولا۔ "اور اگر بائی چانس زورا اپنا کچھ سامان لینے یا مجھے بے وقوف سمجھتے ہوئے پھر واپس آ جائے تو؟"

" تم اس کی معزز مہمانوں کی طرح خاطر تواضع کر کے ائیر پورٹ تک چھوڑ آنا۔" جاوید نے کہا۔ "اور اسے یقین دلا دینا کہ واقعی دنیا کے عظیم ترین بے وقوف ہو۔"

" ہر آدمی پر حماقتیں کرنے کا ایک موسم آتا ہے۔" ڈاگا بولا۔ "تم نے بھی زندگی میں کچھ کم حماقتیں نہیں کیں۔"

" ہاں ایک حماقت تو تم سے دوستی کی ہی کی ہے۔ دوسری حماقت زاہد صاحب کی شاگردی ہے۔ اگر تم دونوں میری زندگی میں نہ آتے تو اب تک میں اچھا خاصا گھر بسا کر ایک آدھے درجن بچوں اور ایک موٹی تازی بیوی کے ساتھ عیش کر رہا ہوں۔"

" اب میں واقعی چلتا ہوں۔ کیوں کہ جاوید کی زبان چل نکلی ہے۔ یہ کہہ کر ڈاگا چل دیا۔"

دوسرے روز ڈاگا کاسانووا ہوٹل کے مالک سے جا کر ملا اس نے اپنا شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں ایک کیس میں پولیس کی مدد کو آیا ہوں۔ ہمیں ایک عورت کی تلاش ہے جو آپ کے کلب میں اسٹرپ ٹیز ڈانس کرتی تھی۔"

" آپ کا مطلب شینڈی سے ہے۔" ہوٹل کے مالک نے کہا کیوں کہ وہی ایک عورت اسٹرپ ٹیز کی ماہر تھی۔

" جی ہاں۔"

" کیا اس نے کوئی جرم کیا ہے؟"

" نہیں۔ ہمیں اس کے بوائے فرینڈ کی تلاش ہے۔"

" اس کو ہمارا کلب چھوڑے چھ مہینے ہو گئے۔"

" آپ کو یہ تو معلوم ہوگا وہ کہاں رہتی ہے؟"

" چھ مہینے پہلے کا ایڈریس رجسٹر میں ہونا چاہئے۔ لیکن ضروری نہیں وہ اب بھی وہیں رہتی ہو۔"

" آپ مجھے چھ مہینے پہلے کا ہی ایڈریس بتا دیں۔"

" ہوٹل کے مالک نے دفتر سے ایک کلرک کو بلا کر ملازموں کا رجسٹر منگوایا۔ پرانے رجسٹر میں شینڈی کا پتہ درج تھا۔ ڈاگا نے وہ پتہ نوٹ کر لیا۔ ایک گھنٹہ بعد ڈاگا شینڈی کے فلیٹ پر پہنچا، فلیٹ میں تالا لگا تھا۔ زینے کے پاس ہی بلڈنگ کے مالک کا فلیٹ تھا۔ ڈاگا نے کچھ سوچ کر مالک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک ادھیڑ عمر عورت نے دروازہ کھولا۔ ڈاگا نے اس کو نمستے کر کے کہا۔ تکلیف کیلیے معافی چاہتا ہوں، میں مس شینڈی سے ملنے آیا تھا۔ وہ میری کزن ہوتی ہیں۔ میں یورپ سے ایک سال بعد آیا ہوں۔ چھ مہینے پہلے انہوں نے یہاں کا ایڈریس لکھا تھا۔"

" مس شینڈی تو یہاں سے چلی گئیں۔"

" جی ہاں۔ یہ بات مجھے فلیٹ کے نئے کرایہ دار نے بتا دی ہے آپ کے پاس میں اس لئے آیا ہوں کہ شاید وہ اپنا نیا پتہ بتا گئی ہوں۔" ڈاگا نے جھوٹ بولا۔

" پتہ بتا تو گئی تھی۔ مجھے دیکھنا ہوگا۔"

" پلیز۔ آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ تکلیف کے لیے معافی چاہتا ہوں۔"

" اچھا آپ اندر آ جائیے، میں اس کا پتہ تلاش کرتی ہوں۔" اس نے ڈاگا کو ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھا دیا اور خود پتہ ڈھونڈنے چلی گئی، پندرہ بیس منٹ بعد وہ واپس آئی۔ اور بولی۔ "میں تو ناامید ہو گئی تھی، مگر اتفاق سے پتہ مل گیا۔" یہ کہہ کر اس نے ایک کاغذ ڈاگا کی

طرف بڑھا دیا۔ ڈاگا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے پتے کی تلاش میں چل دیا۔

آدھے گھنٹے بعد ہی وہ نئے پتے پر دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا بہت دیر بعد بھی جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے ایک پڑوسی کے دروازے پر دستک دی ایک نوجوان لڑکی نے دروازہ کھول کر پوچھا۔ "کہیے کس سے ملنا ہے؟"

"آپ کو تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں۔" ڈاگا نے کہا۔ "میں دراصل برابر والے فلیٹ میں مس شینڈی سے ملنے آیا تھا مگر لگتا ہے کہ فلیٹ بند ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ مس شینڈی کب آئیں گی؟"

"مس شینڈی کب آئیں گی۔؟ ایک ہفتہ سے نہیں دیکھا البتہ مس روزی رات کو دو بجے آئیں گی۔"

"مس روزی کون ہیں۔؟"

"یہ فلیٹ مس روزی کا ہی ہے۔ مس شینڈی تو ابھی تین چار مہینے سے اُن کے ساتھ آکر رہنے لگی تھیں۔"

"کیا مس روزی کہیں سروس کرتی ہیں۔؟"

"جی ہاں۔ اکبر ہوٹل میں سنگر ہیں۔ ابھی ابھی گئی ہیں۔ روز رات کو دو ڈھائی بجے آتی ہیں۔"

"اوکے تھینک یو۔" یہ کہہ کر ڈاگا وہاں سے چل دیا۔

فی الحال کوئی کام نہیں تھا۔ روزی سے وہ رات کو ہی مل سکتا تھا۔ اس لئے وہ سنیتا اور پنکی سے ملنے چلا گیا۔ وہ دونوں تقریباً ٹھیک ہو چکی تھیں۔ ہسپتال والوں نے ان کو ایک ہی کمرے میں جگہ دے دی تھی۔ سنیتا نے دیکھ کر پوچھا۔ "مسٹر ڈاگا ہم یہاں کب تک قید رہیں گے؟"

"جب تک راول گرفتار نہیں ہو جاتا۔"

"کیا اس کا کچھ پتہ چل گیا؟"

"ابھی تک تو نہیں، لیکن امید ہے کہ جلد ہی ہم اس کا پتہ چلا لیں گے۔"

"کچھ اس روپے کا پتہ چلا؟" پنکی بولی۔

"ہاں۔ کم از کم ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ روپیہ کس طرح آیا تھا اور کتنا تھا۔"؟

"کتنا تھا۔؟" دونوں ماں بیٹی نے سوال کیا۔

"پچیس لاکھ۔"

"پچیس لاکھ۔" دونوں ماں بیٹیوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں بشرطیکہ اس میں سے آپ کے شوہر نے کچھ خرچ نہ کر لیا ہو۔"

"کیا آپ کو یقین ہے روپیہ پچیس لاکھ ہی ہے؟" پنکی نے سوال کیا۔

"مسٹر سلیمان کے تیسرے ساتھی کا یہی کہنا ہے کہ آخری ڈاکے کے بعد پچیس پچیس لاکھ ان کے حصے میں آیا تھا۔ چالیس لاکھ راول لے لیا تھا۔"

"تو راول اب اس روپے کے پیچھے کیوں پڑا ہے؟"

"جرائم پیشہ لوگوں کا کوئی دھرم ایمان نہیں ہوتا۔"

"کیا وہ روپیہ ہم سے گورنمنٹ لے لے گی؟" پنکی نے پوچھا۔

"اس ڈاکے کی رپورٹ نہیں کرائی گئی تھی۔ کیوں کہ وہ روپیہ بھی حرام کی کمائی کا تھا یعنی جوئے میں بے ایمانی کا اور ناجائز اشیاء کی اسمگلنگ کا۔"

سنیتا گمبھیر لہجے میں بولی۔ "مسٹر ڈاگا۔ اگر وہ روپیہ آپ کی کوشش سے مل گیا تو میں اس میں سے آدھا روپیہ کسی ہسپتال کو دے دونگی آدھے روپے کے ہم اس لیے حق دار ہیں کہ ہمارا کوئی اور سہارا نہیں۔"

"مجھے آپ کی یہ بات سُن کر خوشی ہوئی۔" ڈاگا بولا۔

"لیکن آپ معاہدے کے مطابق ساری رقم پر اپنا کمیشن لے سکتے ہیں۔"

"جی نہیں۔ میں صرف اسی رقم پر کمیشن لوں گا جو آپ کو ملے گی۔"

"لیکن کیا روپیہ مل جائے گا؟" پنکی نے سوال کیا۔ "وہ بدمعاش سارے مکان کی تلاشی لے چکے ہیں؛ انہیں تو ملا نہیں اور ڈیڈی مر چکے ہیں۔"

"بس یہی ایک اُلجھن ہے۔ مجھے یقین ہے وہ روپے کے بارے میں کوئی نہ کوئی سراغ ایسا ضرور چھوڑ گئے ہوں گے تاکہ ان کے مرنے کے بعد آپ لوگوں کو مل سکے۔ سنیتا جی کی باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے روپیہ کہاں رکھا ہے؟" ایک لمحہ کے لیے ڈاگا نے رُک کر کہا۔

"کیا انہوں نے کسی بنک میں لاکر لے رکھا تھا؟"

"ہاں۔ ایک لاکر میرے اور ان کے نام مشترکہ ہے جس میں میں اپنا زیور رکھتی ہوں اور وہ اپنا دس بیس ہزار روپیہ نقد رکھتے تھے۔"

"بس صرف ایک ہی لاکر ہے؟"

"جی ہاں۔"

"کبھی آپ نے ان کے پاس کوئی ایسی چابی دیکھی ہے جو کسی تالے میں نہ لگتی ہو۔"

"نہیں۔ ان کا چابیوں کا گچھا میرے پاس ہے۔ آپ خود چیک کر سکتے ہیں۔" سنیتا نے چابیوں کا گچھا پرس سے نکال کر ڈاگا کی طرف بڑھا دیا۔ ڈاگا نے ساری چابیاں دیکھیں۔ سنیتا ہر چابی کے بارے میں جانتی تھی۔ ڈاگا نے اس میں سے دفتر کی دو چابیاں نکال کر باقی چابیاں واپس کر دیں۔ پھر ان سے جلدی ہی ملنے کا وعدہ کر کے چل دیا۔

شام کو سات بجے ڈاگا اکبر ہوٹل میں پہنچا۔ اس وقت اسٹیج

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

پر ایک لڑکی کیبرے ڈانس کر رہی تھی۔ ڈاگا نے اپنے لیے وہسکی کا ایک پیگ منگا لیا اور چسکیاں لینے لگا۔ دس منٹ بعد اعلان ہوا کہ اب مس روزی گانا پیش کریں گی۔

روزی کی عمر تیس کے لگ بھگ ہو گی۔ مگر اس کی آواز اچھی تھی، پاپ میوزک اور ڈسکو میوزک میں اس کو مہارت تھی اس نے تین آئیٹم پیش کیے پھر چلی گئی۔ ڈاگا نے ایک ویٹر کو بلا کر کہا۔ "کیا تم مس روزی تک میرا ایک پیغام پہنچا سکتی ہو؟"

"کیا وہ آپ کی دوست ہیں۔؟"

"نہیں۔"

"وہ گاہکوں سے نہیں ملتیں۔"

"ڈاگا نے جیب سے سو کا ایک نوٹ نکال کر اس کو دیتے ہوئے کہا، "صرف میرا ایک پیغام ان تک پہنچا دو۔"

"سو کا نوٹ دیکھ کر ویٹر کو لالچ آ گئی وہ بولی۔ "کیا پیغام ہے؟"

"شینڈی نے ایک بہت اہم پیغام بھیجا ہے اسی وقت ملنا ضروری ہے"

تھوڑی دیر بعد روزی اس کی ٹیبل پر آ گئی اور بیٹھتے ہوئے بولی شینڈی نے آپ کو ہی بھیجا ہے۔"

"میں نے پیغام میں یہی لکھا تھا۔" ڈاگا نے جواب دیا۔ "ورنہ دراصل شینڈی نے نہیں بھیجا۔"

"پھر آپ نے جھوٹ کیوں لکھا۔ کیا چاہتے ہیں آپ؟"

"ڈاگا نے اپنا شناختی کارڈ اس کو دکھلاتے ہوئے کہا۔ مس روزی اگر شینڈی آپ کی دوست ہے تو اس کی زندگی آج کل خطرے میں ہے۔"

"اسے کیا خطرہ ہے؟" روزی نے سوال کیا۔

"آج کل وہ جس مرد کے ساتھ ہے وہ انتہائی خطرناک مجرم ہے اور دہلی میں ابھی ایک قتل کر چکا ہے۔ وہ عورتوں کو اس قدر مارا کہ وہ مرتے مرتے بچیں؟"

روزی نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ شینڈی کے نئے بوائے فرینڈ کو جانتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"کیا نام ہے اس کا۔"

"آپ کو اس کے بوائے فرینڈ کا نام معلوم ہے؟" ڈاگا نے بھی سوال کیا۔

"جی ہاں مجھے تو معلوم ہے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں آپ سچ بول رہے ہیں یا نہیں۔"

"میں اس کے نئے بوائے فرینڈ کو راول کے نام سے جانتا ہوں وہ کلکتہ سے آیا ہے اور عادی مجرم ہے۔"

"پہلی بار روزی نے دل چسپی لیتے ہوئے کہا۔" نام تو اسکا راول ہی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ مجھے بھی وہ آدمی بالکل اچھا نہیں لگتا مگر شینڈی پر روپیہ پانی کی طرح بہا رہا ہے۔"

"آپ نے شینڈی سے پوچھا نہیں کہ وہ کیا کرتا ہے اتنا روپیہ اس کے پاس کہاں سے آیا؟"

"شینڈی کل ہی مجھے ملی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ راول کو بہت جلد کئی لاکھ روپیہ ملنے والا ہے۔ روپیہ ملتے ہی وہ اس سے شادی کر لیگا"

"مجھے معلوم ہے اس کو پچیس لاکھ روپیہ ملنے کی توقع ہے جو اُسے کبھی نہیں ملے گا۔"

"پچیس لاکھ۔" روزی حیرت سے بولی۔ "اتنا روپیہ اس کو کہاں سے ملے گا؟"

"دراصل راول پیشہ ور ڈاکو ہے۔ کبھی یہ تین آدمی مل کر کام کرتے تھے ان تینوں نے آخری ڈاکہ ایک کروڑ کا ڈالا تھا، اس میں کا پچیس لاکھ اس کے ایک ساتھی کے حصے میں آیا تھا جو اس ڈاکے سے جرائم کا دھندا چھوڑ کر شریف انسان بن گیا تھا۔ راول نے اپنے اس ساتھی کو اس روپے کے لیے قتل کر دیا ہے۔ اور اس کی بیوی سے کسی طرح وہ روپیہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔"

"کیا یہ سچ ہے مسٹر ڈاگا؟"

"آپ اگر چاہیں تو میں آپ کو پولیس کمشنر سے اس بات کی تصدیق کرا سکتا ہوں۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں، میرا پیشہ بدنام سہی مگر میں قانون کا احترام کرتی ہوں اور سماج کی اخلاقی قدروں کو بھی مانتی ہوں اور اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"میں راول کی تلاش میں ہوں۔ شینڈی نے آپ کو یہ ضرور بتا دیا ہوگا کہ وہ راول کے ساتھ کہاں رہ رہی ہے؟"

"ہاں اس نے یہ بتایا تھا لیکن ساتھ ہی تاکید کر دی تھی کہ میں اس کا پتہ کسی کو نہیں بتاؤں گی۔"

"اگر آپ اپنی دوست کو مصیبت سے بچانا چاہتی ہیں اور قانون کی مدد کرنا چاہتی ہیں تو مجھے ان کا پتہ بتا دیجئے۔"

"اچھی بات ہے میں آپ کو پتہ بتائے دیتی ہوں۔ مگر پلیز آپ کسی سے یہ نہ بتائیں کہ میں نے ان کا پتہ آپ کو دیا ہے۔"

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا نام اس سلسلہ میں بالکل نہیں آئے گا۔"

"روزی نے ایک پتہ لکھ کر ڈاگا کو دے دیا۔ ڈاگا اس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چل دیا۔"

ڈاگا نے زاہد یا جاوید کو اس بارے میں بتانے کی ضرورت

محسوس نہیں کی، وہ ہوٹل اکبر سے سیدھا اس پتے پر گیا جو روزی نے اس کو لکھ کر دیا تھا۔ یہ ایک چار منزلہ عمارت تھی، چوتھی منزل پر وہ فلیٹ تھا، اس نے دروازے کی گھنٹی بجائی، دو بار گھنٹی بجانے پر ایک نسوانی آواز نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"ڈاگا نے جھوٹ بولا۔ "آپ کا ٹیلی گرام ہے؟"

"پلیز اندر آجاؤ۔ دروازہ کھلا ہے، میں اس وقت کچن میں ہوں" عورت نے جواب دیا۔

ڈاگا نے دروازے کو دھکیل کر دیکھا وہ کھل گیا۔ ڈاگا اندر داخل ہوا دوسرے ہی لمحہ اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے پہاڑ اس کے سر پر ٹوٹ کر گر پڑا ہو اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔

نہ جانے کتنی دیر بعد ڈاگا کو ہوش آیا تو اسے ایسا لگا جیسے اس کا سر تربوز بن گیا ہے اور اس میں سینکڑوں کیڑے کلبلا رہے ہوں۔ اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کچھ دیر پڑا رہا، پھر بمشکل اُٹھ کر بیٹھا اور پکار کر بولا۔ "کوئی اندر ہے؟" اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد جب سر کی تکلیف کچھ کم ہوگئی تو وہ اٹھا اور فلیٹ کے اندرونی کمروں میں جا کر دیکھا۔ سارا سامان اس طرح بکھرا پڑا تھا جیسے رہنے والے بہت جلدی میں ضروری سامان لے کر بھاگے ہوں۔ یہ دیکھ کر ڈاگا کو یقین ہوگیا کہ جب اس نے گھنٹی بجائی تو اندر راول اور شینڈی دونوں موجود تھے۔ اس کو اندر بلانے والی شینڈی ہی تھی، لیکن اس پر حملہ شینڈی نہیں کر سکتی، حملہ یقیناً راول نے کیا ہوگا اور وہ شاید دروازے کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ اس کا مطلب ہے راول کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ اس کی تلاش میں آنے والا ہے۔

"راول کو کیسے معلوم ہوا؟" ایک بڑا سوالیہ نشان اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔"

"کیا اس کے آنے کے بعد روزی نے اس کو فون کر کے وارننگ دے دی تھی؟" اس نے سوچا۔

"لیکن فلیٹ میں فون نہیں تھا اور روزی سے ملاقات کے بعد وہ سیدھا یہاں آیا تھا اس لئے روزی، راول کو خبر نہیں دے سکتی تھی۔"

"پھر راول کو کیسے پتہ چلا کہ کوئی اس کی تلاش میں آنے والا ہے۔"

"ڈاگا نے سارے فلیٹ کی تلاشی لی۔ لیکن وہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے پتہ چل سکتا کہ راول اب بھاگ کر کہاں گیا ہوگا اور یہ سوال بھی حل طلب تھا کہ راول کو اس کے آنے کی اطلاع کیسے ہوئی؟"

"وہ وہیں بیٹھ کر سوچنے لگا۔ سوچتے سوچتے ایک آئیڈیا اس کے ذہن میں آگیا۔ وہ فوراً وہاں سے پھر روزی کے فلیٹ پر پہنچا اور اس نے برابر والے فلیٹ کی گھنٹی بجائی جس میں رہنے والی لڑکی نے اس کو روزی کا پتہ بتا دیا تھا۔ اسی لڑکی نے پھر دروازہ کھولا اور ڈاگا کو دیکھ کر حیرت سے بولی۔ "ارے آپ۔"

"جی ہاں میں۔ کیا میرے جانے کے بعد یہاں شینڈی آئی تھی؟"

"جی ہاں، لڑکی نے جواب دیا۔ وہ روزی کے لئے کل صبح کے شو کا ایک ٹکٹ دے گئی ہے، روزی چونکہ جا چکی تھی اس لئے وہ ٹکٹ مجھے دے گئی۔"

"کیا آپ نے شینڈی کو میرے بارے میں بتایا تھا؟"

"جی ہاں، میں نے اسے بتایا تھا کہ آپ اس کو پوچھ رہے تھے۔"

"اس نے میرا نام آپ سے پوچھا ہوگا۔" ڈاگا نے سوال کیا۔

"جی ہاں، مگر مجھے آپ کا نام معلوم نہیں تھا۔ اس نے آپ کا حلیہ پوچھا وہ میں نے بتا دیا، اور یہ بھی بتا دیا کہ آپ روزی سے ملنے گئے ہیں۔"

"ڈاگا لڑکی کا شکریہ ادا کر کے واپس چل دیا۔ اب اُسے پتہ چل گیا تھا کہ راول کو کیسے پتہ چلا تھا؟ شینڈی نے جا کر اس کو بتایا ہوگا اس کا حلیہ سن کر راول سمجھ گیا کہ کون شینڈی کو پوچھ رہا تھا اس لئے وہ پہلے سے تیار بیٹھا تھا۔ ڈاگا کو حیرت صرف یہ تھی اُسے بے ہوش کرنے کے بعد راول نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟"

زاہد نے ڈاگا کی رپورٹ سننے کے بعد کہا۔ "اس کا مطلب ہے راول ہاتھوں کے علاوہ عقل سے بھی کام لیتا ہے۔"

"میں نے بڑی مشکل سے اس کا پتہ چلایا تھا، ڈاگا نے مونہہ لٹکا کر کہا۔ "اب میں اس کو کیسے تلاش کروں گا؟"

"روزی ہی پھر اس کا پتہ بتا سکتی ہے۔ شینڈی کبھی نہ کبھی تو دونوں سے ملنے آئے گی۔ ہمیں روزی کی نگرانی پر کسی کو لگانا ہوگا۔ راول چونکہ کمینہ فطرت آدمی ہے اُسے معلوم ہوگیا ہے کہ تمہیں روزی نے بھی شینڈی کا پتہ بتایا تھا اس لئے ممکن ہے وہ روزی کو بھی کچھ سزا دینے کا فیصلہ کرے۔"

"آپ کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن ہم روزی کی نگرانی پر کسے لگائیں جاوید کو تو آپ نے پہلے ہی کسی کی نگرانی پر لگا رکھا ہے۔"

"میں سیما کو بھیج دیتا ہوں، وہ روزی سے اکبر ہوٹل میں ہی مل لے گی۔"

"مل لے گی۔!" ڈاگا حیرت سے بولا۔ "آپ تو اس کی نگرانی کرانے کو کہہ رہے ہیں۔"

"میرے خیال میں یہ بہتر رہے گا کہ پہلے سیما اس سے مل کر اسے خطرے سے آگاہ کر دے، اُسے بتا دے کہ راول اس پر حملہ کر سکتا ہے۔ کیوں کہ اس نے تمہیں شینڈی کا پتہ بتا دیا تھا اس طرح روزی بھی چوکنی ہو جائے گی اور پھر وہ سیما کے ساتھ تعاون کرے گی اگر کسی وقت شینڈی اس سے ملنے آتی ہے یا کسی طرح اسے شینڈی کے نئے ٹھکانے

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

کا پتہ چل جاتا ہے تو وہ سیما کو بتا دے گی۔"

" یہ بھی ٹھیک ہے" ڈاگا نے سر ہلایا۔

" کیا تم نے سلیمان کے دفتر کی تلاشی لی؟"

" ابھی تک نہیں، مگر میں اس کے دفتر کی چابیاں لے آیا ہوں۔"

" سلیمان بے وقوف نہیں تھا۔" زاہد بولا۔ "وہ جانتا تھا کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اگر وہ اچانک مر گیا تو اس کا چھپایا ہوا روپیہ کسی کو نہ مل سکے گا اگر وہ اپنی بیوی سے واقعی محبت کرتا تھا تو کوئی نہ کوئی سُراغ ایسا ضرور چھوڑ گیا ہوگا۔ جس سے روپے کا پتہ چل سکے"

" کیا آپ کو اس وقت کوئی کام ہے؟" ڈاگا نے سوال کیا۔"

" نہیں۔"

" تو ذرا میرے ساتھ سلیمان کے دفتر چلیئے۔ ہو سکتا ہے وہ سُراغ میری نظر سے چوک جائے۔"

" چلو چلتا ہوں۔" زاہد نے جواب دیا۔ پھر سیما کو بلا کر سمجھایا کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ سیما کو ہدایات دینے کے بعد وہ ڈاگا کے ساتھ چل دیا۔"

" سلیمان کے دفتر میں دو کمرے تھے۔ ایک کمرے میں اس کی میز اور کچھ کرسیاں پڑی تھیں اور ایک الماری رکھی تھی۔ دوسرے کمرے میں اس کے کاروباری فائل بھرے ہوئے تھے۔ سلیمان کی میز کی درازیں کُھلی ہوئی تھیں، پہلی دراز کھولتے ہی زاہد اور ڈاگا کو اندازہ ہو گیا کہ راول یا اس کا کوئی ساتھی دفتر کی بھی تلاشی لے چکے ہیں۔

" اس کا مطلب ہے روپیہ کم از کم دفتر میں نہیں تھا۔"

" راول ہم سے ایک قدم آگے چل رہا ہے۔" ڈاگا بولا۔

" مگر ابھی تک اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔" زاہد نے کہا۔" اگر اُسے روپیہ مل جاتا یا اس کا سُراغ مل جاتا تو اب تک وہ روپیہ لے کر یہ شہر چھوڑ گیا ہوتا۔

" اس کا مطلب ہے دفتر میں بھی روپے کے بارے میں کوئی سُراغ نہیں مل سکتا۔"

" مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے طور پر تلاشی لے کر دیکھتے ہیں اس کے بعد دونوں میز کی دراز سے سارے کاغذات نکال کر دیکھنے لگے۔

تین گھنٹے کی محنت کے بعد ڈاگا نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا "مایوسی۔ ناکامی اور تھکن۔ لگتا ہے میرے ساتھ بے چاری سیتا اور پنکی کی قسمت بھی خراب ہے۔"

" تمہیں اس کیس میں کتنا روپیہ ملنے کی اُمید تھی۔" زاہد نے سوال کیا۔

" کم از کم ڈھائی لاکھ۔"

" اور تم عام طور پر کسی کیس کی فیس کتنی لیتے ہو؟"

" کم از کم دس ہزار۔ اخراجات علاوہ۔"

" بیس ہزار سمجھ لو۔ اس کا مطلب ہے روپیہ مل جاتا تو بیس ہزار سے زیادہ کی رقم تمہاری حرام کی کمائی ہوئی۔"

" اب تو حلال کی کمائی بھی گئی۔ پھر ڈاگا نے زاہد کے چہرے پر نظریں جما کر سوال کیا۔ "کیا آپ کو وہ روپیہ ملنے کی کچھ توقع ہے؟"

" میں نے مایوس ہونا کبھی نہیں سیکھا۔ اب میں ایک بار سیتا سے اور ملنا چاہتا ہوں۔

" کیوں؟"

" ابھی نہیں بتاؤں گا۔ تم جانتے ہو، ادھوری بات میں کبھی زبان سے نہیں نکالتا۔"

" ڈاگا نے اپنے جوش کو دباتے ہوئے کہا۔" تو اس نے مطلب ہے آپ نے کوئی سُراغ تلاش کر لیا ہے۔"

"ایک آئیڈیا ذہن میں آیا ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"تو چلیئے پھر ابھی چل کر سیتا سے ملتے ہیں۔"

"ہاں ابھی چلو وہ دونوں دفتر کو تالا لگا کر سیتا سے ملنے چل دیئے زاہد نے سیتا سے پہلا سوال کیا۔" میں آپ کے بیڈ روم کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو کسی قسم کا اعتراض نہ ہو۔

" مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے کرنل صاحب۔"

" پنکی۔ میرا خیال ہے مسٹر ڈاگا آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں مجھے یقین ہو چلا ہے کہ وہ روپیہ اب نہیں ملے گا۔"

زاہد بولا۔" ڈاگا کہتا تھا۔ آپ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ روپیہ مل گیا۔ تو آپ آدھا روپیہ کسی ہسپتال کو دے دیں گی۔"

" جی ہاں، وہ غلط روپیہ ہے۔ اس طرح شاید میرے شوہر کے کچھ گناہ دُھل جائیں۔"

" پھر تو وہ روپیہ مل جانا چاہیے۔" زاہد مسکرا کر بولا۔" میں بھی نیکیوں پر یقین رکھتا ہوں اور خدا نیک کام کرنے والوں کی مدد ضرور کرتا ہے۔

" میں آپ سے اپنی اکلوتی بیٹی کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مسٹر ڈاگا کا کمیشن دینے کے بعد آدھا روپیہ میں کسی ہسپتال کو دان کر دوں گی۔"

زاہد نے اٹھتے ہوئے کہا۔" تو چلو ڈاگا ایک آخری کوشش روپیہ تلاش کرنے کی اور کرتے ہیں۔"

" کہاں چلیں؟" ڈاگا حیرت سے بولا۔

" سیتا جی کے گھر چلتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ سُراغ یا روپیہ ہمیں گھر پر ہی ملے گا۔" ڈاگا خاموشی سے اُٹھ کر زاہد کے ساتھ چل دیا۔

" سلیمان کے مکان میں پہنچ کر زاہد پہلے سلیمان کے بیڈ روم

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

میں گیا۔ کمرہ اس وقت ابتری کی حالت میں تھا۔ گدے اور تکیے کٹے پھٹے پڑے تھے۔ سنگار میز کا سارا سامان فرش پر پڑا تھا۔ کارنس کی ساری چیزیں بھی نیچے گری پڑی تھیں اور ایک مجسمہ کارنس پر اس طرح لگا ہوا تھا جیسے مجسمہ سیمنٹ سے دیوار میں بنوایا گیا ہو۔ زاہد کچھ دیر مجسمے کے سامنے کھڑا رہا پھر ڈاگا سے بولا: "کیا یہ مجسمہ دیوار میں ہی کنکریٹ سے بنایا گیا ہے؟"

"نہیں، لگتا تو ایسا ہی ہے، لیکن ہو سکتا ہے۔ پھر اس مجسمے کو سیمنٹ سے دیوار میں فکس کرا دیا گیا ہے۔"

"کیوں، کیا سلیمان کو کوئی مجسمہ چوری ہونے کا ڈر تھا؟"

"کیا آپ سمجھ رہے ہیں، روپیہ اس مجسمے میں ہوگا؟"

"اگر روپیہ ہے تو اسی جگہ ہونا چاہیے۔" زاہد نے کہا۔ پھر جیب سے چاقو نکالا اور مجسمے کے جوڑ پر سے دیوار کو کھرچ کر دیکھا۔ ذرا سا پلاسٹر اکھڑنے پر پتا چلا تھا کہ مجسمہ پتھر کا ہے اور سیمنٹ سے دیوار میں چپکایا گیا ہے۔ زاہد نے دوسری بار چاقو کی نوک دیوار میں گھسا کر آہستہ آہستہ جھٹکے دینے شروع کیے۔ آخر مجسمہ ہل گیا پھر زاہد نے بہت آہستہ سے مجسمہ اس کی جگہ سے کھینچ کر ہٹا دیا۔ مجسمہ ہٹتے ہی ڈاگا کے منہ سے حیرت کی آوازیں نکلیں۔ مجسمے کے پیچھے دیوار میں ایک سوراخ بنا ہوا تھا اور اس چھوٹے سے سوراخ میں ایک لفافہ رکھا تھا۔ سوراخ میں دیمک نہ لگے اس غرض سے وہاں چھوٹا سا لوہے کا پائپ فٹ کیا گیا تھا۔

زاہد نے جلدی سے لفافہ نکال کر دیکھا۔ لفافے میں سنیتا کے نام کا ایک اتھارٹی لیٹر تھا۔ ایک خط تھا اور ایک چابی تھی جو اسٹیٹ بینک کے لاکر کی چابی تھی۔ خط میں لکھا تھا۔

"سنیتا ڈیئر"

جب تم یہ خط پڑھ رہی ہوگی، میں اس دنیا میں نہیں ہوں گا۔ میں تم سے بار بار کہتا رہا ہوں ہمارا بڑھاپا محفوظ ہے۔ میں نے یہ رقم جو کہ ناجائز پاپ کی کمائی ہے۔ اسٹیٹ بینک کے ایک لاکر میں رکھی ہوئی ہے جس کی چابی اس خط کے ساتھ تمہیں مل جائے گی۔ ساتھ ہی میرا اتھارٹی لیٹر بھی ہے۔ ویسے بھی بینک میں میں نے اپنے وارث کے بطور تمہارا اور پنکی کا نام لکھوا دیا ہے۔ اس اتھارٹی لیٹر سے بینک کا منیجر تمہیں لاکر کھولنے کی اجازت دے دے گا۔ اس طرح تم لاکر سے ساری رقم نکال کر بینک میں اپنے نام سے جمع کر سکو گی۔ لاکر میں کل بیس لاکھ روپیہ ہے۔

جب میں نے گناہ آلود زندگی چھوڑی تھی اس وقت میرے پاس کل روپیہ پچیس لاکھ تھا۔ پانچ لاکھ سے میں نے بینک میں اپنا اکاؤنٹ کھول لیا تھا، جس سے کاروبار شروع کیا۔ سچ یہ ہے سنیتا کہ مجھ سے گناہ کی زندگی تم نے چھڑائی۔ تمہیں پہلی بار دیکھتے ہی میرے دل میں تمہاری محبت کا چراغ روشن ہو گیا تھا۔ یہ اسی محبت کی قوت تھی جس نے مجھے نیک اور شریف بننے کا حوصلہ دیا۔

افسوس ہے کہ میں بڑھاپا تمہارے ساتھ نہیں گزار سکوں گا۔ لیکن میری زندگی کے جتنے بھی سال تمہارے ساتھ گزرے ہیں وہ میری زندگی کے بہترین دن تھے۔ جن کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"میں نے طے کر لیا تھا کہ پچاس سال کی عمر پوری ہوتے ہی سارا کاروبار ختم کر کے روپیہ لاکر سے نکال کر کسی پہاڑی پر جا کر تمہارے ساتھ آرام کی زندگی گزاروں گا۔ لیکن زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لیے میں ایسا انتظام کر کے جا رہا ہوں کہ میری موت کے بعد تمہیں یہ روپیہ مل جائے۔"

زاہد یہیں تک خط پڑھنے پایا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔ زاہد نے خط اور چابی جیب میں رکھ لی۔ دونوں دروازے پر آئے تو دیکھا پوسٹ مین کھڑا تھا، اس نے کہا: "مسز سنیتا کی رجسٹری ہے۔"

"وہ تو اس وقت ہسپتال میں ہیں۔" زاہد نے جواب دیا۔ "آپ اگر میرے ساتھ ہسپتال تک چل سکیں تو رجسٹری ان کو دے سکتے ہیں۔ میرے پاس کار ہے اس لیے آپ کو کوئی زحمت نہیں ہوگی۔"

پوسٹ مین زاہد سے مرعوب سا ہو گیا تھا اس لیے وہ تیار ہو گیا۔ وہ پوسٹ مین کو لے کر ہسپتال پہنچے۔ پوسٹ مین نے سنیتا کے دستخط لے کر رجسٹری دے دی۔ رجسٹری کسی وکیل نے سنیتا کو بھیجی تھی۔ زاہد نے پوسٹ مین کو جانے کے کرایہ کے بطور پانچ روپے دے دیے۔ پوسٹ مین چلا گیا تو اس نے سنیتا سے کہا: "آپ کے یہ رجسٹری کھولنے سے پہلے بتا دوں کہ اس رجسٹری میں روپے کا راز ہونا چاہیے۔ ویسے خوشخبری یہ ہے کہ آپ کا روپیہ مل گیا ہے۔"

"روپیہ مل گیا۔" سنیتا اور پنکی دونوں کے منہ سے حیرت بھری آوازیں نکلیں۔ اور وہ کچھ دیر کے بعد بت بن رہ گئیں۔

"جی ہاں، اب آپ یہ رجسٹری کھول کر دیکھ لیں۔"

زاہد کا یہ اندازہ بھی درست نکلا۔ رجسٹری میں وکیل کے خط کے علاوہ ایک مہر بند لفافہ بھی سنیتا کے نام تھا۔ وکیل نے لکھا تھا کہ مسٹر سلیمان یہ لفافہ میرے پاس امانت بطور رکھ گئے تھے اور کہہ گئے تھے کہ ان کی موت ہو جائے تو میں یہ لفافہ آپ کو بھیج دوں ویسے وہ اپنا وصیت نامہ بھی تیار کر گئے تھے جس کے بارے میں آپ میرے دفتر آ کر معلومات کر سکتی ہیں۔"

سنیتا کے نام خط میں سلیمان نے یہی لکھا تھا کہ وہ مجسمے کو ہٹا کر دیکھی گی تو اسے ایک خط اور بینک کے لاکر کی چابی ملے گی جس میں روپیہ ہے۔"

سلیمان کے دونوں خط پڑھ کر سنیتا اور پنکی دونوں رونے لگیں۔ زاہد اور ڈاگا بہت دیر تک بیٹھے ان کو تسلی دیتے رہے پھر

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

نیتا بولی۔ "میں آپ دونوں کی بہت احسان مند ہوں اور اپنے وعدے کے مطابق آدھا روپیہ دان کرنے کو تیار ہوں۔ آپ مشورہ دیجیے کس ہسپتال کو روپیہ دوں اور مسٹر ڈاگا آپ کا دو لاکھ کمیشن بنتا ہے۔"

ڈاگا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں، اب میں کمیشن نہیں لوں گا بلکہ صرف بیس ہزار روپیہ لوں گا۔ یہی میری فیس ہے۔ دس لاکھ آپ کسی بھی ہسپتال کو دے دیں۔ بس ہم اب راول کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کریں گے تاکہ وہ اپنے گناہوں کی سزا پا سکے اور آپ دونوں بے خوف زندگی گزار سکیں۔"

اس طرح تسلی دینے کے بعد وہ دونوں واپس کوٹھی کی طرف چل دیے۔

کوٹھی پر زاہد اور ڈاگا پہنچے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ زاہد نے فون اٹھایا دوسری طرف سے جاوید کی آواز سنائی دی۔ زاہد صاحب میرا خیال ہے وہ وقت آگیا ہے جس کا ہمیں انتظار تھا۔

"کیا ہوا؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

"ڈپلومیٹ نے آج ہوٹل اشوکا میں ایک کمرہ بک کرایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ہوٹل کے کمرے میں سودا ہوگا۔"

"کیا وہ ہوٹل پہنچ گیا؟"

"جی ہاں، اس وقت کمرے میں ہے۔"

"اکیلا ہے؟"

0304-5503086

"جی ہاں۔"

"اوکے ہم پہنچ رہے ہیں۔" فون رکھ کر زاہد نے کہا۔ "چلو میرے ساتھ میں جس ڈپلومیٹ کی نگرانی کرا رہا تھا وہ حرکت میں آگیا۔ آج کچھ ہونے والا ہے۔" یہ کہہ کر زاہد نے پولیس کمشنر سے فون پر کچھ بات کی۔ پھر ڈاگا کو ساتھ لے کر وہ بھی ہوٹل اشوکا پہنچ گیا۔ جاوید وہاں پہلے سے موجود تھا۔ ان کو دیکھتے ہی ان کے پاس آگیا۔

دو گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد اچانک ڈاگا نے زاہد کا بازو پکڑ کر کہا۔ "زاہد صاحب — وہ — وہ دیکھیے، ڈاکٹر زورا آرہا ہے۔"

وہ دونوں لابی میں ایک ستون کی آڑ میں اس طرح بیٹھے تھے کہ وہ ہر آنے جانے والے کو دیکھ سکیں، اور کوئی ان کو نہ دیکھ سکے۔ زاہد نے سر گھما کر دیکھا تو واقعی ڈاکٹر زورا ایک بریف کیس لیے ہوٹل میں داخل ہو کر لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ اکڑا ہوا لگ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا اس کے زخم پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

زاہد نے کہا۔ میرا اندازہ درست نکلا ڈاکٹر زورا کے بھیس میں جو کوئی بھی ہے یہی اس شخص کو ہیروئن بیچنے آیا ہے جو ڈپلومیٹ ہونے کی آڑ میں ابھی تک پولیس کی نظروں سے بچا رہا۔ خیر کوئی بات نہیں، اب نہیں بچ سکے گا۔" یہ کہہ کر زاہد نے جیب سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر ہدایات دیں، اس کی آواز پورے ہوٹل میں پھیلے ہوئے سی آئی ڈی کے آدمیوں نے سنی اور تیار ہو گئے۔

کچھ دیر بعد ہی زاہد کے ٹرانسمیٹر پر سگنل ہوا۔ اس نے فوراً سوئچ آن کر کے کہا۔ "یس۔"

"میں جاوید بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر زورا اسی کمرے میں داخل ہوا ہے۔"

"ویری گڈ — تم وہیں انتظار کرو، ہم ادھر آرہے ہیں۔"

زاہد ڈاگا کو ساتھ لے کر اس منزل پر پہنچا جس پر ڈپلومیٹ نے کمرہ لیا تھا۔ زاہد نے ہوٹل کے منیجر سے ماسٹر چابی لے لی تھی۔ اس نے آہستہ سے چابی سوراخ میں داخل کر کے تالا کھول دیا۔ ریوالور ہاتھ میں لے کر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر دونوں چونکے۔ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہونے والے تھے، اور دونوں کے ہاتھوں میں ایک ہی جیسے بریف کیس تھے۔ زاہد نے اندر داخل ہو کر کہا۔ "ہیلو ڈاکٹر زورا۔ آخر آپ سے دوبارہ ملاقات ہو ہی گئی۔ کیا سودا مکمل ہو گیا — ؟"

زورا اور ڈپلومیٹ دونوں کے ہاتھ اپنی جیبوں کی طرف بڑھے ہی تھے کہ ڈاگا بولا۔ "ڈاکٹر زورا میں اور جاوید تم دونوں کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ اس لیے کوشش بے کار ہے۔ مہربانی فرما کر بریف کیس نیچے ڈال کر ہاتھ اوپر کر لو۔"

ان دونوں کے چہرے یک دم سفید پڑ گئے تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے دونوں نے ہاتھ اوپر کر لیے۔

رات کو زاہد کی کوٹھی پر وہ لوگ اکٹھے ہوئے تو زاہد نے کہا۔ "آج کا دن خوش قسمت گزرا۔" "مگر زاہد صاحب وہ لوگ کون تھے جو چنڈی گڑھ میں مارے گئے" جاوید نے سوال کیا۔

زاہد نے جواب دیا۔ "وہ دونوں اور زورا کا اصل نام شانت ہے۔ ہانگ کانگ کے ایک اسمگلر گروپ کے لیے کام کرتے تھے۔ ابھی ایک مہینہ پہلے اس گروہ کا سردار غنڈوں کی آپس کی لڑائی میں مارا گیا تھا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شجاعت ایک کروڑ روپے کی ہیروئن لے کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ وہ دونوں جو چنڈی گڑھ میں مارے گئے باس کے بھروسے کے آدمی تھے۔ صرف ان تینوں کو ہی اس ہیروئن کے بارے میں معلوم تھا۔ شجاعت جانتا تھا کہ وہ دونوں ان کے پیچھے ضرور آئیں گے۔ شجاعت، ڈپلومیٹ کو بھی جانتا تھا چنانچہ اس نے ڈپلومیٹ سے فون پر سودے کی بات کی اور دہلی آگیا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ دونوں زندہ ہیں اسے چین نہیں مل سکے گا۔ چنانچہ اس نے ڈاکٹر زورا بن کر ایک من گھڑت کہانی سنا کر ڈاگا کی خدمات حاصل کیں۔ وہ جانتا تھا کہ کسی ہوٹل میں وہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ڈاگا کے ساتھ محفوظ رہ سکتا ہے، ادھر وہ دونوں اس کا پیچھا کرتے ہوتے دہلی آگئے تھے مگر وہ شجاعت عرف زورا کو قتل کرنے سے پہلے مال حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے وہ ابھی اس کو قتل

+92 3045503086 محمد سجاد بھٹی

سکین بائے محمد سجاد بھٹی

رابطہ واٹس ایپ نمبر : 03045503086

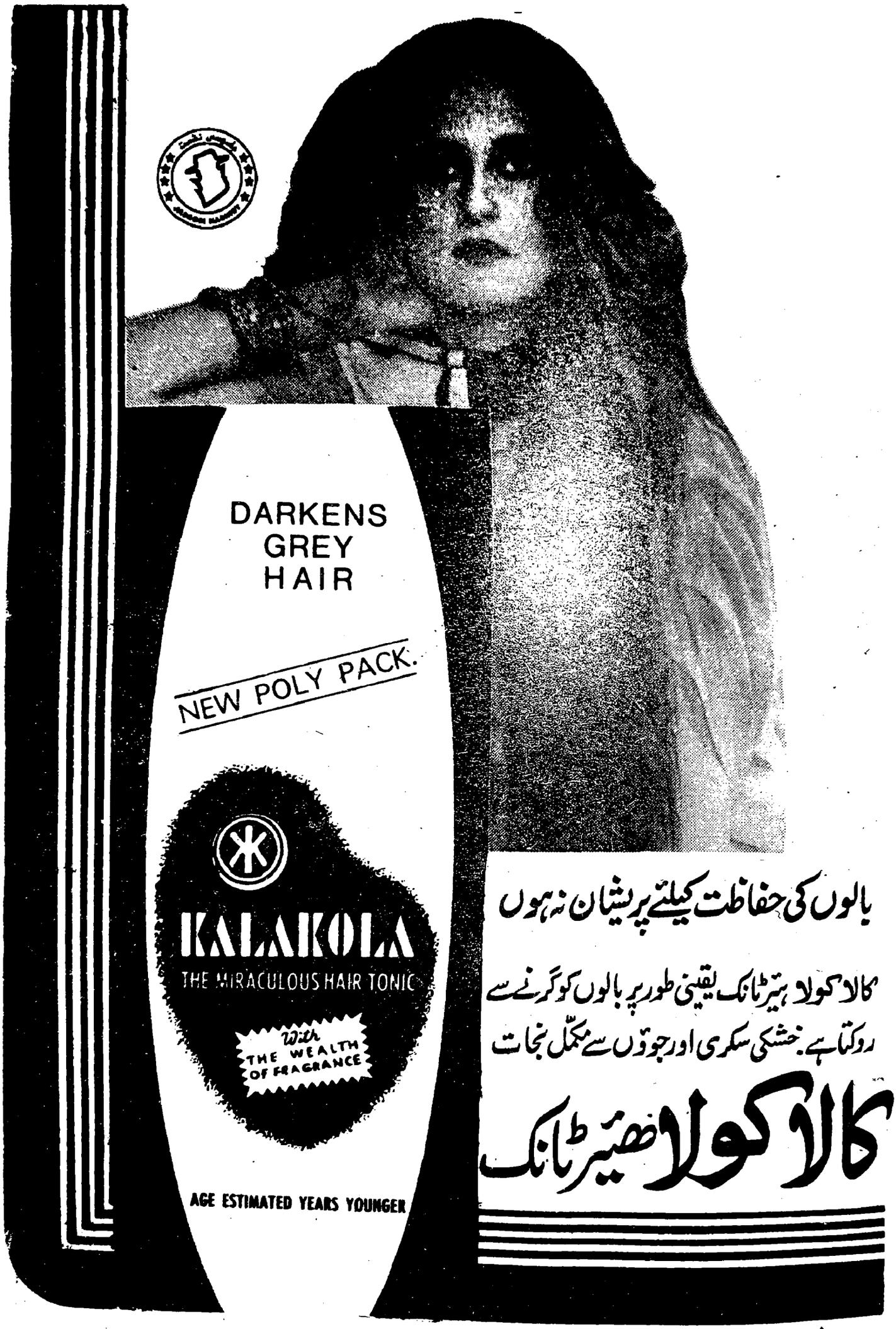

Sound&Vision

محمد سجاد بھٹی +92 3045503086

نہیں کرنا چاہتے تھے۔

جب ڈاگا اور زورا چنڈی گڑھ گئے تو وہ لوگ ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ اس کے بعد جیسے ہی ڈاگا زورا کو اکیلا چھوڑ کر ہوٹل میں گیا انہوں نے زورا کو اغوا کرنے کی کوشش کی زورا نے ان کو دیکھ لیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ وہ لوگ اس کے پیچھے پیچھے گئے۔ جنگل میں کسی جگہ گولیاں چلیں اور زورا ان کو مارنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن خود بھی زخمی ہو گیا۔ باقی حالات تم لوگوں کو معلوم ہی ہیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں تو اس نے ڈپلومیٹ کو فون کر کے سودے کی بات کر لی اور ہوٹل میں مال اس کو پہنچانے کا پروگرام بنایا۔

شجاعت عرف زورا نے ہیروئن بینک کے لاکر میں رکھی ہوئی تھی۔ وہ بریف کیس میں ہیروئن لایا۔ ڈپلومیٹ بریف کیس میں جواہرات لایا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک کروڑ روپیہ بریف کیس میں نہیں آسکتا تھا اور زورا ہیرے باہر لے جا کر ان سے اور زیادہ منافع کما سکتا تھا۔"

ڈاگا منہ لٹکا کر بولا۔ "تو اب میرے بیس ہزار کا کیا ہو گا جو ڈاکٹر زورا نے میری فیس کے بطور مجھے دینے کا وعدہ کیا تھا۔"

"اب زیادہ لالچ مت دکھاؤ۔" زاہد بولا۔ "پچیس ہزار زورا سے اور بیس ہزار تمہیں سنیتا سے مل جائیں گے۔ اس ہفتہ میں تم نے پینتالیس ہزار کما لیا۔ اتنی تو مجھے سال بھر میں تنخواہ ملتی ہے۔"

"اگر میں آپ کے مشوروں پر اسی طرح عمل کرتا رہا تو آپ تو میری لکھی کا دیوالہ نکال دیں گے لیکن خیر آپ باس ہیں اس لیے آپ کا حکم ماننا ہی پڑے گا۔ بس اب راول اور پکڑا جائے تو پھر شام کو ایک گولی کھا کر چھ مہینے کے لیے سو جاؤں۔"

اسی وقت سیما باہر سے اندر آتی نظر آئی اس نے ڈاگا کی آخری بات سن لی تھی۔ وہ آتے ہوئے بولی۔ "اگر تم افیم کھا کر سو جاؤ گے تو ریکھا کا کیا ہو گا جو چار دن سے ہوٹل اوبرائے کے سوئمنگ پول پر ٹھہری تمہارے غم میں اپنا موٹاپا دور کر رہی ہے۔"

"اسے موٹاپا دور کرنے دو۔ میں ابھی بالغ نہیں ہوا اس لیے میری شادی نہیں ہو سکتی۔ زاہد صاحب پلیز ذرا آپ ریکھا کو سمجھا دیجیے کہ ابھی میں کم از کم چار سال تک شادی نہیں کر سکتا۔"

"آل رائٹ کل میں اسے خود سمجھا دوں گی کہ وہ تمہارا انتظار نہ کرے کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر شادی کر لے۔ تم انتہائی نالائق اور نامعقول شخص ہو جس کے بھی شوہر ہو گے اس کی زندگی برباد کر دو گے۔"

"کوسنے بعد میں دے لینا یہ بتا دیجیے کہ کیا ہوا؟"

"سعدی نے کہا ہے کہ کل وہ شاید ہمیں فنیڈی کا نیا پتہ بتا سکے گی۔"

"وہ کیسے؟" زاہد نے سوال کیا۔

"روزی کو آج اس کی فرینڈ نے فون کیا تھا اس نے بتایا تھا کہ فنیڈی اس سے ملنے آئی تھی کل صبح روزی اپنی اس دوست سے ملنے جائے گی۔"

"کیا آپ نے روزی کی حفاظت کا اور بھی کچھ بندوبست کیا ہوا ہے؟" جاوید نے پوچھا۔

"ہاں۔" زاہد نے سر ہلا کر کہا۔ "میں نے ایک تجربہ کار سی آئی ڈی انسپکٹر کو اس کی حفاظت پر لگایا ہوا ہے۔"

"آل رائٹ، کیا آپ لوگ کھانا کھا چکے ہیں؟" سیما نے پوچھا۔

"ابھی کہاں سے کھا لیا۔ تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔"

"اچھی بات ہے، پھر میں کھانا لگواتی ہوں۔" یہ کہہ کر باورچی خانہ کی طرف چلی گئی۔

اسی رات کو تین بجے فون کی آواز سن کر زاہد کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو زاہد اسپیکنگ۔"

"سر۔" دوسری طرف سے مردانہ آواز نے کہا۔ "میں انسپکٹر منجال بول رہا ہوں، آپ کے ملزم کو ہم نے ابھی ابھی گرفتار کر لیا ہے۔"

انسپکٹر منجال کو زاہد نے روزی کی نگرانی میں لگا رکھا تھا۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا راول گرفتار ہو گیا؟"

"جی ہاں۔"

"کیسے؟"

"وہ مس سعدی کے فلیٹ میں کھڑکی سے داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا پائپ کے ذریعے وہ اوپر چڑھ رہا تھا، میں نے پتھر مار کر اس کو نیچے گرا دیا۔ میرا خیال ہے گرنے سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ وہ بے ہوش ہو چکا ہے۔ ہم اس کو ہسپتال لے جا رہے ہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے، تم اسے ہسپتال میں داخل کرا کے پہرا لگا دینا میں صبح آ کر دیکھ لوں گا۔"

"اوکے سر۔"

زاہد نے فون رکھ دیا اور اطمینان سے گہری نیند سو گیا۔